ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے؟

فقہ کی تفہیمِ خاطئ

کیا رسول اللہ ﷺ عورتوں کے ووٹ سے منتخب ہونے والے حکمراں ہیں؟

محمد ظفر اقبال

ڈاکٹر نائیک صاحب جمہوریت کے بڑے حامی ہیں وہ رسالت مآب ﷺ کو ایک جمہوری حاکم ثابت کرتے ہیں جو صرف عورتوں کے ووٹوں سے منتخب ہوئے تھے (نعوذ باللہ) خطبات ذاکر نائیک (مطبوعہ فضلی سنز کراچی اور کتاب سرائے لاہور) میں قرآن حکیم کی جس آیت سے انھوں نے اسلام میں عورتوں کے ووٹ کا جواز پیش کیا ہے اس میں مردوں کا ذکر نہیں ہے اور نائیک صاحب مردوں کے حق رائے دہی کے سلسلے میں کوئی آیت پیش کرنے سے قاصر رہے:

> ''اے نبی ﷺ آپ کے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کے لیے آئیں اور اس بات کا عہد کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گی، چوری نہ کریں گی اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی اور کسی امر معروف میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی تو ان سے بیعت لیجیے اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کیجیے'':
>
> یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآئَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۶۰:۱۲)

اس آیت میں الیکشن کا کوئی ذکر نہیں اگر اس آیت کو عورتوں کے ووٹ کے حق میں سمجھا جائے تو قرآن کی اس آیت کی رو سے اسلام صرف مسلمان عورتوں کو ووٹ کا حق دیتا ہے کہ وہ حاکم منتخب کر سکتی ہیں، غیر مسلم عورتوں کو ووٹ کا حق نہیں ملے گا اور نائیک صاحب کے تناظر میں یہ آیت یقیناً

☆ جلب مصلحت کی نسبت مفاسد کو دور کرنا زیادہ بہتر ہے ☆

صرف اور صرف مسلمان عورتوں کو ووٹ کا حق دیتی ہے لیکن مسلمان مردوں کو ووٹ کے حق سے محروم کرتی ہے کیوں کہ اس میں مسلمان مردوں کا ذکر نہیں ہے اور قرآن کی کسی دوسری آیت میں مسلمان مردوں کے ووٹ سے متعلق کوئی حکم موجود نہیں۔

مردوں کی بیعت سے متعلق دو آیتیں سورۃ الفتح میں ہیں، لیکن ان آیات کا تعلق ووٹ کی بیعت سے نہیں قتال کی بیعت سے ہے جس کا تعلق بیعت رضوان سے ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ فَمَنۡ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنۡکُثُ عَلٰی نَفۡسِہٖ وَمَنۡ اَوۡفٰی بِمَا عٰہَدَ عَلَیۡہُ اللّٰہَ فَسَیُؤۡتِیۡہِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا (۴۸:۱۰)

’’اے نبی جو لوگ تم سے بیعت کر رہے تھے وہ دراصل اللہ سے بیعت کر رہے تھے ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا‘‘

اس بیعت کی وضاحت آیت نمبر اٹھارہ میں کی گئی ہے:

’’اللہ مومنوں سے خوش ہوگیا، جب وہ درخت کے نیچے آپؐ سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں کا حال اس کو معلوم تھا اس لیے اس نے ان پر شکست نازل فرمائی ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی‘‘

لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ یُبَایِعُوۡنَکَ تَحۡتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ فَاَنۡزَلَ السَّکِیۡنَۃَ عَلَیۡہِمۡ وَاَثَابَہُمۡ فَتۡحًا قَرِیۡبًا (۴۸:۱۸)

قرآن کی اصطلاح ’’بیعت‘‘ کا مطلب اگر ذاکر نائیک صاحب کے الفاظ میں ووٹ ہے تو قرآن میں ووٹ یعنی بیعت کا ذکر صرف اور صرف سورۂ فتح اور سورۂ الممتحنہ میں آیا ہے۔ (۶۰:۱۲، ۴۸:۱۰) لہٰذا ذاکر نائیک صاحب کے فلسفے کے مطابق اسلام میں صرف عورتوں کو اور وہ بھی صرف مسلمان عورتوں کو ووٹ دینے کی آزادی ہے، لیکن ایک اسلامی ریاست میں غیر مسلم مردوں اور عورتوں کے ساتھ ساتھ مسلمان مردوں کو بھی ووٹ دینے کی اجازت نہیں ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ نائیک صاحب اسلام میں عورتوں کی حکمرانی کے قائل نہیں ہیں اور اس کا رد وہ نصوص صریحہ کے بجائے عقلی بنیادوں پر کرتے ہیں، ان کی بیعت والی دلیل ان کے اس موقف کی تردید کرتی ہے کہ عورت حکمراں نہیں ہوسکتی کیوں کہ ووٹ دینے والا ہی حکمران منتخب ہونے کا اہل ہے، رائے دہندگان کے حلقے سے قرآن نے مرد کو

خارج کردیا اب صرف عورتیں ہی ووٹ دینے کی اہلیت رکھتی ہیں، مرد تو نا اہل ہوگئے لہٰذا مسلمانوں کا حکمراں بھی عورتوں میں سے منتخب ہونا چاہیے کیونکہ جو مرد ووٹ دینے کا اہل نہیں ہے وہ حکمران بننے کا اہل کیسے ہوسکتا ہے (نعوذ باللہ) جسے ووٹ دینے کا حق قرآن نے نہیں دیا اسے حکمران بننے کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے؟ اگر عورت حکمراں نہیں بن سکتی تو وہ اہل ہوتے ہوئے (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ) نااہل مرد کو کیسے حکمراں منتخب کرسکتی ہے، اس تفصیل کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ ایک کمزور عقلی دلیل اخلاص کے باوجود نصوص صریحہ کو غیرارادی طور پر کس طرح مسترد کرتی ہے ۔کس طرح ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر حملہ آور ہوتی ہے، کس طرح اسلامی احکامات کا انکار کرتی ہے، اس کا اندازہ نائیک صاحب کے طرز استدلال سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

کیا پیغمبر ووٹوں کے ذریعے حکمرانی کے منصب پر فائز ہوتے ہیں؟ کیا پیغمبر کی حزب اختلاف بھی ہوتی ہے؟ کیا پیغمبر تمام فیصلے تمام لوگوں کی رائے سے کرنے کے پابند ہوتے ہیں یا کثرت رائے سے یا اس رائے سے جو سب کے لیے بہترین ہو؟ یعنی جدید سیاسی اصطلاحات میں will of all, will of majority or general will کیا رسالت مآبؐ انسانوں کے محتاج تھے کہ ان سے اپنے حق حکمرانی کی توثیق حاصل کرتے؟ یا انسان آپؐ کے محتاج تھے کہ آپؐ کی اتباع کر کے اپنی آخرت سنوارتے اور دنیا میں بھی شرف فضیلت حاصل کرتے؟ کیا اسلام میں عوام مقتدر اعلیٰ ہوتے ہیں؟ لہٰذا نائیک صاحب کے فلسفے سے ثابت ہوگیا کہ اسلام میں صرف اور صرف عورت ہی حکمران ہوسکتی ہے مرد کا اسلامی ریاست میں کام صرف جہاد اور قتال ہے، ریاست چلانا عورت کی ذمہ داری ہے لہٰذا نائیک صاحب کہہ سکتے ہیں کہ Feminism کی تحریک مغرب سے بہت پہلے، نعوذ باللہ، اسلام کے قرن اول میں موجود تھی اور اس کا ماخذ بھی قرآن تھا۔قرآن کی ایسی آزادانہ تفسیر مستشرقین نے بھی نہیں کی اس تفسیر کے نتیجے میں مسلمان مرد اور عورت دونوں ہی منصب خلافت کے لیے نااہل ہوگئے کیونکہ نائیک صاحب عورت کو حکمرانی کا اہل نہیں سمجھتے اور قرآن نے مرد کو حق رائے دہی ہی نہیں دیا تو مرد خود حکمراں کیسے بن سکتا ہے؟ مسئلہ یہ ہے کہ نائیک صاحب نے قرآن، علم تفسیر اور علم حدیث کا بہ غور مطالعہ نہیں فرمایا، کاش وہ ان علوم کی طرف توجہ دیتے اور جدید مغربی فلسفے اور سائنس پر عبور بھی حاصل کرتے تو امت ان سے استفادہ کرسکتی تھی، ادھورے علم کے ساتھ صرف زور خطابت کے ذریعے عالم کفر کو فتح کرنے کے لیے نکلنا عظیم المیہ ہے!

☆ یکرہ الایثار بالقرب ☆ عبادت میں ایثار مکروہ ہے ☆

بہت سے لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ سورۃ ممتحنہ کی آیت دس اور گیارہ کا آپس میں کیا تعلق ہے اور اللہ رب العزت نے عورتوں کو کیا مقام عطا فرمایا ہے۔ انھیں یہ بھی نہیں معلوم کہ آیت گیارہ جو بیعت سے متعلق ہے فتح مکہ سے کچھ پہلے نازل ہوئی۔ صلح حدیبیہ کے بعد مکہ سے مرد اہل ایمان پناہ کے لیے مدینہ تشریف لاتے رہے تو انھیں معاہدے کی شرائط کے مطابق واپس کیا جاتا رہا، پھر مسلمان عورتوں کی ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا تو کفار نے معاہدے کا حوالہ دے کر ان کی واپسی کا مطالبہ کیا اس پر یہ سوال پیدا ہوا کہ کیا حدیبیہ کے معاہدے کا اطلاق عورتوں پر بھی ہوتا ہے؟ معاہدے میں جو شرائط لکھی گئی تھیں ان میں بخاری کی روایت کے مطابق رجـــل (مرد) کا لفظ تھا یعنی عورتیں اس معاہدے سے مستثنیٰ تھیں لیکن کفار کا مطالبہ تھا کہ اس شق کا اطلاق عورتوں پر بھی ہوگا، ان کا خیال تھا کہ عورت مرد کی تابع ہے جب عورت کا قوام رجل معاہدے کے تحت واپس کیا جائے گا تو اس کی مملوک، ملکیت اور تابع یعنی عورت خود بخود اس معاہدے کا حصہ ہے وہ رجل ہی کا جزو ہے اس سے الگ نہیں۔

عورتوں کے حقوق: اسلام کا احسان عظیم:

اس تذبذب کے موقع پر اللہ رب العزت نے عورتوں کو اپنی آغوش رحمت میں لیا، وہ مخلوق جسے کفار، مشرکین مکہ، فلاسفہ عرب وعجم کے کلام اور فلسفے میں حقیر، ذلیل اور کمتر سمجھا جاتا تھا (عورتوں سے متعلق فلاسفہ عرب وعجم کے فاسد خیالات کی تفصیلات جاننے کے لیے Nancy Tuana کی کتاب (۱) ملاحظہ کیجیے۔ اس کی مدد کے لیے اس کے آنسو پونچھنے، اس کی عزیمت، ایمان کی شہادت اور سفر ہجرت کو قبول کرنے اور اسے خصوصی درجہ عطا کر کے اسے کفار کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی آیت آسمانوں سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر نازل ہوئی: فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّار (۶۰:۱۰) لہٰذا عورتوں کی حفاظت کے لیے معاہدہ حدیبیہ کی توجیہہ، تشریح، تبیئن، تفسیر اور اصلاح آسمان سے کی گئی اور ہجرت کر کے آنے والی عورتوں کو مدینہ میں روک لینے کا حکم دیا گیا۔ عورتوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ اپنے گھروں میں ٹک کر رہیں: وَ قَرْنَ فِىْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ

1. Nancy Tuana, *Woman and the History of Philosophy*, USA: Paragon Press, 1992 .

وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (۳۳:۳۳)۔ یہ خصوصی، عالی اور عظیم، درجہ عورتوں کو ان مردوں کے مقابلے میں عطا کیا گیا جن کو قرآن نے عورتوں پر ایک درجہ عطا فرمایا تھا: وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (۲:۲۲۸) انھیں عورتوں کا قوام قرار دیا تھا اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ (۴:۳۴) مرد کو اللہ نے عورت پر ایک درجہ فضیلت عطا فرمائی ہے تو اس کی وجہ صنفی تفریق [gender discrimination] نہیں وہ اندرونی عظیم ذمہ داریاں [domestic responsibilities] ہیں جن کی ادائیگی کے لیے عورت کو تمام خارجی ذمہ داریوں سے بری الذمہ کر کے بیرونی ذمہ داریوں کا تمام بوجھ مرد کے کاندھے پر رکھ دیا گیا ہے، لہٰذا جس کی ذمہ داری زیادہ ہے اس کا درجہ بھی زیادہ رکھا گیا ہے، اسی لیے قرآن میں آتا ہے: وَ لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (۴:۳۲) ہم نے ایک کو دوسرے پر بلند درجہ دیا: وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ (۴۳:۳۲)، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (۶۲:۴) مرد کو عورت پر یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے لہٰذا اس کی تمنا کرنے کی ضرورت نہیں اللہ نے اور بہت سی ایسی فضیلتیں عورت کو عطا کی ہیں جو مرد کو نہیں دیں مثلاً جنت عورت کے قدموں میں ہے اور مرد کیلئے جنت تلواروں کے سائے میں ہے دونوں اس فضیلت کا حصول اپنے اپنے دائرے میں کر سکتے ہیں دوسرے کے دائرے کی تمنا کرنا غیر ایمانی رویہ ہے۔

مرد کی قوامیت سے مراد:

قرآن نے واضح کر دیا کہ مردوں کو قوامیت اس بنیاد پر دی گئی ہے کہ وہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں: بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ (۴:۳۴) اس نص سے ثابت ہوا کہ کسب معاش، اور مال کمانے کی جدوجہد کا مکلّف صرف مرد ہے، مال خرچ کرنے کے باعث اسے عورت پر فضیلت دی گئی ہے لہٰذا وہ تہذیب وتمدن قرآن کو مطلوب ہے جس میں مرد نہایت سہولت اور آسانی کے ساتھ رزق حلال کما سکے تاکہ عورت و مرد کے فطری دائرۂ کار کی حدود قائم رکھی جا سکے۔ مرد جب تک بیرونی دنیا کے امور، رزق کی تلاش اور مال کمانے کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ دیگر تمام خارجی امور [external affairs] کی ذمہ داری نہیں اٹھائے گا عورت گھر کے میدان جہاد کی ذمہ داری

اٹھانے سے قاصر رہے گی۔

مرد گھر کی تمام ضروریات پوری کرے گا اس میدان جنگ میں سپہ سالار خانہ [Women] کو حسب ضرورت کمک اور رسد فراہم کرے گا تو عورت گھر کے میدان جہاد کو گرم اور تازہ رکھے گی لیکن اگر مرد کے لیے معیشت کا حصول مشکل سے مشکل ہونے لگے اس کے لیے وسائل زندگی محدود کردیے جائیں اور عورت کو برابری کے نام پر مرد کے شانہ بشانہ لاکر مرد کے ذرائع رزق عورتوں میں تقسیم کردیے جائیں مرد بے روزگار اور عورت روزگار والی ہوجائے یا معیار زندگی کے لیے عورت گھر چھوڑ کر بازار کا رخ کرنے پر مجبور کی جائے تو ایسے فاسد، غیر فطری اور غیر حقیقی تہذیب و تمدن اور نظامِ زندگی میں شریعت کے بتائے ہوئے طریقے سے اللہ کی مختص کردہ حدود اور دائروں کے مطابق عمل کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ کیا معیارِ زندگی قائم رکھنے کا یہ معیار شریعت نے مہیا کیا ہے؟ کیا یہ معیار بذاتہٖ خود پیمانہ ہے یا اس کو کسی خارجی منہاج اور کسی دوسرے معیار پر پرکھنے کی ضرورت نہیں ہے؟ انبیاء اور شریعت معیارِ زندگی کی کیا حدود متعین کرتے ہیں؟ یہ اہم ترین سوالات ہیں۔

معیار زندگی میں مسلسل اضافے کو ایک قدر سمجھنے کے نتیجے میں بھی فساد پیدا ہوتا ہے کیونکہ معیار کا حصول عموماً اس وقت تک ممکن نہیں ہوتا جب تک مرد کے ساتھ عورت بھی کمانے کے قابل نہ ہو لہٰذا ہر ایسا معیار زندگی جو عورت کی معاشی اور مادی کوشش کے ساتھ قائم ہو ایک فاسد و باطل کام ہے۔ جس طرح دہشت گردی کی کوئی تعریف ممکن نہیں اس طرح معیار زندگی کی تعریف بھی ممکن نہیں ہے لیکن رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ سے زیادہ معیار زندگی کے بارے میں احادیث کے ذریعے رہنمائی فرمادی ہے لہٰذا اس معیار سے اعلیٰ تر معیار کی ہمہ وقت جستجو، آرزو اور خواہش قرآن، سنت، انبیاء، صالحین اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے سے انحراف ہے۔

مغربی فلسفہ اور تہذیب عورت مرد کے فطری دائروں کو توڑ کر مخلوط معاشرت کے ذریعے عورتوں کو ان کے اصل دائرۂ عمل سے باہر نکال کر ترقی، فلاح، آمدنی اور معیار زندگی کے نام پر ہزاروں سال سے موجود اس روایتی اور آسمانی تقسیم کار کی تخصیص کے تصورات کو عملاً ختم کرنا چاہتا ہے جس کے نتیجے میں مرد و عورت اپنے اپنے میدان ہائے کار میں جدوجہد کرنے کی تمام ذمہ داریاں نہیں اٹھا سکتے اور خاندانی نظام ختم ہو جاتا ہے۔ ●

☆ الاصل بقاء ما کان علی ما کان ☆ بنیادی طور پر جو چیز جس حالت پر ہو اسی پر باقی رہتی ☆

عورت کو گھریلو زندگی سے مستثنیٰ کرنے کا مطلب:

جو لوگ عورت کو گھر کے سوا ہر ذمہ داری سونپنا چاہتے ہیں وہ قرآن کی نص کا انکار کرتے ہیں جس نے واضح طور پر دونوں کی حدود کا تعین کردیا ہے، ان حدود کو پامال کرنا فساد فی الارض ہے اور اس پامالی کے شرعی دلائل تلاش کرنا اجتہاد نہیں الحاد اور فساد ہے۔ بجائے اس کے کہ جدیدیت پسند مفتی حضرات عصر حاضر کے فاسد اور باطل نظام زندگی کو بدلنے کی کوشش کے لیے فتوے دیں وہ اسی مصنوعی مسلط کردہ تمدن کو عین فطری سمجھ کر عورت کو وہ تمام امور تفویض کر رہے ہیں جو صرف مرد کے لیے مختص ہیں۔ ہر وہ نظام، تہذیب، فلسفہ اور نظریہ جو عورت اور مرد کے مابین فطری دائرۂ کار، خلقی، جبلی، طبیعی اور حقیقی وظائف کو غیر فطری طور پر تبدیل کر کے دونوں کے لیے مساوی پیمانے اور یکساں دائرۂ کار مہیا کرے وہ باطل ہے اور ایسی تہذیب اور نظریے کی مکمل شکست و ریخت تک جدوجہد جاری رہنی چاہیے نہ کہ اس باطل تہذیب کے مسلط کردہ نظام زندگی کے مطابق اسلام کی نصوص کو بدل کر عورت کا دائرۂ کار مرد کے مساوی کر دیا جائے، حالت اضطرار میں جہاں جہاں مجبوراً عورت کو اپنے دائرۂ کار سے ماورا کام کی اجازت، مصلحت، رخصت، عموم بلوہ کے تحت مشروط طور پر دی جاسکتی ہے وہ محض ایک عارضی صورت اور وقتی انتظام کے طور پر دی جائے گی، نہ عورت کا دائرۂ عمل وسیع ہو کر مرد کے مساوی ہوگا نہ عورت معاش کے لیے گھر سے باہر نکلنے پر مجبور کی جائے گی۔ اس سے شریعت کا اصل حکم معطل نہیں ہوگا۔ اس کی وضاحت بھی ایسی اجازت دیتے ہوئے صاف الفاظ میں مفتی، فقیہ اور مجتہد کو انہی الفاظ میں کرنی چاہیے جس طرح قرآن نے رخصت دی ہے: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْم (۵:۳) یعنی جو کام بھی حالت اضطرار میں مجبوراً کیا جائے وہ ایک عارضی حل کے طور پر صرف اسی حد تک جس حد تک شدید ضرورت کا تقاضا ہو اور اس حالت میں بھی دل میں گناہ، بغاوت احکام شریعت سے انحراف کا کوئی تصور اور شائبہ تک موجود نہ ہو۔ ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے احکامات پر عمل سے گریز یا حیلے بہانوں سے انحراف کفر کا رویہ ہے۔ سورۂ نحل کی روشنی میں جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کے لیے (وہ اگر) مجبور کیا گیا ہو اور دل اس کا ایمان پر مطمئن ہو (تب تو خیر) مگر جس

نے دل کی رضا مندی سے کفر کو قبول کرلیا اس پر اللہ کا غضب ہے اور ایسے سب لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے: مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۱۶:۱۰۶) عہد حاضر میں مغرب کے مسلط کردہ جبری سرمایہ دارانہ اور کمیونزم کے نظریات کے باعث عورت مجبور کر دی گئی کہ وہ گھر سے باہر نکلے، ایسا طرز زندگی جبراً مسلسل مسلط کیا جا رہا ہے کہ مرد اپنے وظائف ادا کرنے کے قابل نہ رہے اور اس کمی کو عورت پورا کرے تاکہ خاندان کی اکائی منتشر ہوجائے اور فلسفہ انفرادیت پرستی [Individualism] اور لذت پرستی [Hedonism] ممکن ہوجائے۔ اس حالت اضطرار میں اگر عورت اپنے فطری دائرۂ کار سے باہر نکلنے پر مجبور کر دی گئی ہے تو اسے سرمایہ دارانہ نظام جبر کا اثر سمجھا جائے نہ کہ عین فطرت کا تقاضا اور دینی تعلیمات کا منشا قرار دے کر دین کے نصوص کو مسخ کر کے یا دین کی نئی تشریح و تعبیر کے ذریعے تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ [Reconstruction of Religious thought] کے مغربی تصورات کی تکمیل کی جائے۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ عہد حاضر میں حالت اضطرار کو ایک فطری حالت تصور کرلیا گیا ہے اور مسئلے کے اصل تناظر کو نظر انداز کر کے سادہ طریقے پر فتوے دیے جا رہے ہیں۔ فتوے دینے والے ٹی وی کے ٹاک شو کے مفکرین وہ ہیں جن کا علوم اسلامی سے کوئی تعلق عموماً نہیں ہوتا۔

مرد اور عورت کی مساوات کا مطلب:

عورت اور مرد بلاشبہہ اللہ کے عبد اور بندے ہیں، بندگی میں برابر ہیں اس لیے قرآن نے مومنین مردوں اور عورتوں کی جو مشترکہ خصوصیات بتائیں ہیں، ان میں صنفی بنیادوں پر کوئی فرق نہیں رکھا، دونوں اپنے اعمال کے باعث ایک دوسرے سے آگے بڑھ سکتے ہیں اور کسی بھی عبد کا درجہ دوسرے عبد سے بلند ہوسکتا ہے خواہ وہ کسی طبقے کا فرد ہو۔ معرفت رب کے حصول میں عورت کی نسوانیت کسی صورت میں حائل نہیں ہوتی اس کا حصول صرف اور صرف عمل سے مشروط ہے اور عمل کے لیے تذکیر و تانیث کی کوئی قید نہیں اسی لیے قرآن میں آتا ہے: اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ

فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (۳۳:۳۵) اور وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ م يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ...... وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (۹:۷۱،۷۲) یہاں عورتوں اور مردوں کی مشترکہ خصوصیات ایک ساتھ بیان کی گئیں لیکن قرآن میں جہاں جہاں عورت و مرد کی خصوصیات الگ الگ بیان ہوئی ہیں وہاں دونوں کے مابین خلقی و فطری فرق کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اور اس فرق کے مطابق ذمہ داریوں کی تقسیم کو مدنظر رکھ کر ان کے اوصاف و وظائف بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً مردوں کے لیے کہا گیا: اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (۹:۱۱۲) اس آیت میں عورتوں کو خصوصاً شامل نہیں کیا گیا اور عورتوں کے لیے دوسری جگہ الگ سے فرمایا گیا: عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا (۶۶:۵) سورۃ توبہ کی آیت: ۱۱۲ میں مردوں کے ساتھ عورتوں کا ذکر نہ کرنے کی حکمت توبہ کی آیت ۱۱۱ میں بیان کی گئی ہے۔ جدیدیت پسند اپنی جدیدیت کے زیر اثر عورت اور مرد کی مساوات خواہ مخواہ ثابت کرتے ہوئے زور خطابت میں اس آیت کو سہواً فراموش کر جاتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے، مارتے اور مرتے ہیں ان سے (جنت کا وعدہ) اللہ تعالیٰ کے ذمے ایک پختہ وعدہ ہے تورات اور انجیل اور قرآن میں۔ اور کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہو؟ پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے خدا سے چکا لیا ہے یہی سب سے بڑی کامیابی ہے: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (۹:۱۱۱)

☆ تخصیص العام بالنية مقبولة ديانة لا قضاء ☆

اس آیت میں یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کا ذکر ہے لہٰذا عورتوں کو اس فریضے سے الگ کر دیا گیا جب عورتوں کو جہاد فی سبیل اللہ کی ادائیگی سے بری الذمہ کیا گیا تو لامحالہ وہ امامت کبریٰ کے منصب کی ذمہ داری سے بھی بری ہوگئیں کیوں کہ کفر کے خلاف جہاد اور نہی عن المنکر کے لیے قوت کا استعمال صرف مرد کرے گا لہٰذا امامت کبریٰ کی ذمہ داری مرد کا دائرۂ کار ہے، اسی طرح امامت صغریٰ کے لیے بھی عورت اہل نہیں ہے مسجد کی امامت مردوں پر فرض ہے دوسرے لفظوں میں جو امامت صغریٰ کا اہل ہے وہی امامت کبریٰ کا اہل ہوگا اسی لیے تمام انبیاء مرد تھے (۱۲:۱۰۹، ۱۶:۴۳، ۲۱:۷)، سورۂ توبہ کی آیت ایک سو گیارہ نے عورتوں اور مردوں کے دائرۂ کار کی واضح طور پر تخصیص کر کے عورت کو گھر کے میدان جہاد تک محدود کر دیا یہی اس کا اصل دائرہ ہے، عورت جب بھی اس دائرے سے تجاوز کرے گی، باہر نکلنے کی کوشش کرے گی یا جدید تمدنی تقاضے اسے جبراً باہر نکلنے پر مجبور کریں گے تو لازماً اس کے گھر کی بنیادی ذمہ داریاں متاثر ہوں گی، وہ دوہری ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہ رہے گی جس کے نتیجے میں تہذیب وتمدن میں فساد رونما ہوگا، مغرب میں خاندان کی تباہی اور اخلاقیات کا زوال اس کا بیّن ثبوت ہے۔ مغرب میں برطانیہ جیسے روایتی ملک میں ستر فی صد بچے حرامی پیدا ہوتے ہیں، بہت سے یورپی ملکوں میں یہ شرح نوے فی صد تک ہے اور اکثر مغربی ممالک ایسے ہیں جہاں بچوں کی پیدائش ہی ختم ہوگئی ہے اور آبادی میں اضافے کی شرح منفی ہے، منفی آبادی کا مطلب یہ نہیں کہ بچے پیدا ہی نہیں ہوتے بلکہ رحم مادر ہی کو بچوں کی قبر، قتل گاہ، مدفن، آخری آرام گاہ اور قبرستان میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ عورت لذت کی خاطر دردزہ کی کلفت گوارا نہیں کرتی، اسے بچے بوجھ لگتے ہیں وہ باہر نوکری بھی کرے اور بچے بھی پالے، راتوں کو اٹھ کر انھیں سنبھالے ان کے ہر مسئلے کو حل کرے، پھر ان کی تعلیم، تربیت، بیماریاں، شادیاں مسلسل ذمہ داریوں پر ذمہ داریوں میں اضافے قبول کرے، پھر نانی دادی بھی بنے اور اپنے پوتوں، پوتیوں، نواسے، نواسیوں، دامادوں کے نازنخرے برداشت کرے، مغربی عورت سے دو بوجھ اٹھائے نہیں جاتے لہٰذا مغربی عورت نے ایک بوجھ پھینک دیا۔

گھر سے باہر نکلنے والی عورت کا فطرت پر قائم رہنا مشکل ہے:

پاکستان جیسے مذہبی ملک میں وہ مذہبی خواتین جو مختلف مذہبی تحریکوں اور جماعتوں میں

جوش وخروش سے شریک عمل ہیں وہ ان بیرونی تحریکی اور مذہبی فرائض کی ادائیگی کے باعث اپنے چھوٹے بچوں کو دودھ تک نہیں پلاسکتیں جبکہ قرآن کی نص سے دوسال تک دودھ پلانا عورت کی ذمہ داری ہے۔ گھر سے باہر نکلتے ہی عورت کے فرائض کی ترتیب خود بخود بدل جاتی ہے۔ خواہ نکلنے والی عورت کیسی ہی دین دار کیوں نہ ہو وہ اپنے کو فطرت پر قائم نہیں رکھ سکتی، اس کے فطری وظائف بدلنے لگتے ہیں مگر خبر ونظر سے محروم نفس اس تبدیلی کو آسانی سے محسوس نہیں کرسکتا۔ اس تبدیلی کو جاننے کے لیے وہ تعقل قلبی چاہیے جو ہم میں بہت کم لوگوں کو حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنا مارنا اور شہید ہونا عورتوں کی بنیادی ذمہ داری نہیں ہے، سورۃ توبہ کی آیت :۱۱۲ میں ان مجاہدین فی سبیل اللہ کی خصوصیات کا ذکر کیا گیا تو وہ خصوصیات بیان کی گئی ہیں جو ایک مرد کے لیے مطلوب ہیں۔ اسی لیے اس تذکرے میں عورتوں کو شامل نہیں کیا گیا، اس آیت میں صرف مومن مردوں کو بشارت دی گئی ہے کیونکہ یہ بشارت جہاد میں شامل مجاہدین کو دی گئی ہے جو مرد ہیں۔ جہاد اور حدود اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا فریضہ، طاقت سے امر بالمعروف کا حکم اور قوت کے ساتھ نہی عن المنکر کے خاتمے کی ذمہ داری عورتوں کے لیے نہیں ہے۔ انھیں ان آہنی، جہادی، جلالی وجنگی امور سے بری الذمہ کیا گیا ہے لہٰذا جہاد سے متعلق خوش خبری بھی مردوں کے لیے خاص ہے جو اپنی جانوں پر کھیل کر حدود اللہ کی محافظت کرنے کے ذمہ دار بنائے گئے ہیں اس میں کسی صنفی امتیاز کا کوئی دخل نہیں ہے۔

عورت: گھریلو امور کی انجام دہی: عظیم ترین جہاد:

اللہ تعالیٰ کی سنت بالغہ کے مطابق عورتیں گھروں کی عظیم ذمہ داریاں سنبھالنے کی تیاری کے لیے خلق کی گئی ہیں، ان کا جہاد گھریلو امور ہیں۔ جو عورت ان امور کی انجام دہی میں جان دے دے اس کا درجہ شہید کے برابر رکھا گیا ہے، اسے شہادت کا مقام ومرتبہ گھر کے میدان جہاد میں عطا ہوتا ہے، یہ جہاد اکبر ہے اسے اصغر سمجھنا عہد حاضر کے جدیدیت پسندوں کی نادانی ہے۔ حدیث میں آتا ہے: علیٰ النساء جهاد لا قتال فيه الحج والعمرة [مسند احمد] ''عورتوں کے لیے ایسا جہاد ہے جس میں قتال نہیں وہ حج اور عمرہ ہے''۔ اس مقام پر بخاری کی حدیث: ماتركت بعدى فتنةً اشد على الرجل من النساءُ اور بزار کی حدیث: لو لا النساء لدخل الرجال الجنة اور

دیلمی کی حدیث :لو لا النساء لعبد اللّٰہ حق عبادتہ کی تطبیق کی جائے تو میدان جہاد میں عورتوں کا مردوں کے شانہ بشانہ دشمن کے خلاف حصہ نہ لینے کے فلسفے کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔عورت اور مرد کے آزادانہ اختلاط کے نتیجے میں نفس کے خلاف جہاد اکبر ضروری ہو جاتا ہے، اس لیے اسلامی تاریخ وتہذیب وعلمیت میں عورتوں کے مسجد میں روزانہ عبادت کے لیے آمدورفت کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو ان کی خلقی ساخت کے مطابق آبگینوں سے تشبیہ دی، یہ آبگینے جہاد کی سختیوں کے لیے تخلیق نہیں کیے گئے ، **الادب المفرد** میں امام بخاریؒ نے روایت درج کی ہے: **ارفق انجشہ ویحک بالقواریر** عورتوں کے دلوں کو شیشہ کہا گیا ہے ،عورت فولاد نہیں ہے، نرمی اس کی خاص صفت ہے، ان شیشوں کو بال سے محفوظ رکھنے کے لیے انھیں میدان جنگ سے ہمیشہ کے لیے رخصت عطا کر دی گئی۔ ذاکر نائیک صاحب ان آیات اور احادیث سے عورت و مرد کے دائرۂ کار کا تعین قرآن وسُنّت کی روشنی میں خود کر سکتے تھے، اس تعین کے لیے خواہ مخواہ عقل پر انحصار کرنے کی ضرورت نہیں تھی، نہ قرآن کے بارے میں یہ کہنے کی ضرورت تھی کہ اس نے عورت کی قیادت کی ممانعت نہیں کی لیکن اس کا منشا یہی ہے۔

قرآن: عورت اور مرد کے دائرۂ کار کا تعین:

سورۃ توبہ کی آیات: ۱۱۱، ۱۱۲ کے ذریعے عورت اور مرد کے دائرہ کار کا نص سے تعین کا پس منظر یہ ہے کہ عورت اور مرد کا دائرہ کار ان کے فطری، خلقی اور طبیعی وظائف کے فرق کے باعث ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہے، رحم مادر اور صفت رحم کا حد کمال سے تجاوز عورت کے خاص اوصاف ہیں جن کے باعث وہ بچے کی پرورش کے تمام مراحل نہایت محبت ، کمال ضبط اور تحمل سے خوشی خوشی برداشت کرتی ہے حتیٰ کہ دردِ زہ بھی اس کے لیے درد نہیں مظہر کمال محبت کا عنوان بن جاتا ہے ۔امامت کبریٰ کی ذمہ داریاں مرد کے لیے مختص کی گئیں اسی لیے تمام انبیاء اللہ تعالیٰ نے مردوں میں سے بنائے: **وَ مَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ** (۲۱:۷) یعنی نبوت، رسالت ،امامت، خلافت ،حکومت، سیاست، سفارت، شجاعت، بسالت، اور دیگر تمام بیرون خانہ کارِ دنیا کی تمام تر ذمہ داری بالفاظِ دیگر اصطلاح شریعت میں امامت کبریٰ کا منصب مرد کے لیے مختص کر دیا گیا۔قرآن حکیم نے واضح طور پر ہدایت فرمادی کہ عورتوں کو

بیرونی دنیا کے امور اور اس کے متعلقات سے الگ رہ کر اپنی نسلوں کی حفاظت، نگہداشت، پرداخت، دیکھ بھال، تعلیم، تدریس اور تربیت کی اہم ترین ذمہ داری ادا کرنا ہے تاکہ امامت کبریٰ کے اہم ترین منصب کے لیے ایک عالی شان نسل اور بہترین لوگ تیار کیے جاسکیں، یہ جہاد کبیر عورت کی اہم ترین ذمہ داری ہے اس تقسیم کار کے ذریعے عورتوں کو علائق دنیا، گھر سے باہر کی مشقت، تکالیف، تکان، دوڑ دھوپ، سے روز محشر تک آزاد کردیا گیا اور ایک اسلامی خاندان، قبیلے، معاشرے، ریاست اور حکومت کی یہ ذمہ داری قرار پائی کہ وہ اپنے قول و عمل سے اللہ تعالیٰ کی اس حکمت بالغہ کو روبہ عمل لانے کے لیے تمام ممکنہ ذرائع اور طریقے اختیار کرے۔ جدید طرز زندگی کے باعث مرد وسائل حیات سے رزق کفاف حاصل کرسکتا ہے مگر عیش و عشرت کی زندگی بسر نہیں کرسکتا اور کہیں وہ رزق کفاف بھی حاصل نہیں کرپاتا لہٰذا عورت گھر سے نکل رہی ہے تاکہ قوت لا یموت مہیا کرنے میں تعاون کرے یا عیش و عشرت کی زندگی کو ممکن بنانے میں اپنا حصہ ادا کرے، بجائے اس کے کہ اس جدید طرز زندگی اور نظام حیات کو بدلنے کی کوشش کی جائے اور اس کے بارے میں اظہار رائے کیا جائے اور لوگوں کی تعلیم، تربیت اور تزکیہ کیا جائے کہ خاندان اپنے لوگوں کی ذمہ داری قبول کریں معیار زندگی کو خدا ماننے سے انکار کردیں اس کے بجائے عورتوں کے باہر نکلنے کی مذہبی تاویلیں محض فساد فی الارض میں اضافے کے بہانے ہیں۔

اگر عورتیں جہاد نہ کریں تو ان بشارتوں سے کیوں محروم کی جائیں جو صرف مجاہدین کے لیے مخصوص ہیں؟ اگر عورت ہونے کے باعث وہ فریضۂ جہاد سے سبکدوش ہوئی تو کیا اس کے فضائل، برکات اور انعامات سے بھی محروم کی گئی؟ اللہ تعالیٰ نے رسالت مآبؐ کے ذریعے عورت کے گھر میں قیام اور امور خانہ داری میں انہماک استغراق اور محنت کو جہاد قرار دیا اور گھر کا صحن عورت کے لیے صبح قیامت تک میدان جہاد میں تبدیل کردیا گیا۔

عورت کو ازل سے کار نبوت و رسالت اور شجاعت (جہاد) کی ذمہ داریوں سے الگ رکھا گیا، اسی لیے جب حضرت مریمؑ کی پیدائش ہوئی تو ان کی والدہ نے اظہار تاسف سے کہا تھا مالک میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہوگئی ہے حالانکہ جو کچھ اس نے جنا تھا اللہ کو اسؑ کی خبر تھی اور لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا: فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَ اِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ

الـرَّجِيمِ (۳:۳۶) اس آیت کے ذریعے عورت اور مرد کے حدود کار کی تخصیص کردی گئی اس آیت کا پس منظر یہ تھا کہ ''جب عمران کی عورت کہہ رہی تھی کہ اے میرے پروردگار میں اس بچے کو جو میرے پیٹ میں ہے تیری نذر کرتی ہوں وہ تیرے ہی کام کے لیے وقف ہوگا میری اس پیش کش کو قبول فرما'' (۳:۳۵) ایک وہ زمانہ تھا کہ جب عورتیں اپنے متوقع بیٹے کو دین کی خدمت کے لیے وقف کرتی تھیں آج یہ زمانہ ہے کہ عورتیں اپنے ذہین لڑکے کو پیدائش سے پہلے ہی صرف فوجی، دنیا کے لیے وقف کر کے کسی ملٹی نیشنل کمپنی کا عہدہ دار، فنانس اور اکاؤنٹ کا ماہر، کسی مغربی ملک کا شہری، ڈاکٹر، انجینئر، چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ، بنانا چاہتی ہیں اور غبی بچوں کو دینی مدرسوں میں داخل کراتی ہیں کیونکہ دنیا مقدم ہے۔ پھر علما سے پوچھتی ہیں کہ اس امت کا زوال کیسے رکے گا؟ جب تک عورتوں کی مادی خواہشات کا زوال نہیں ہوگا اور وہ اپنی اولاد کو دین کے لیے وقف نہیں کریں گے امت کو کبھی عروج نہیں مل سکتا، جب اس امت کی آغوش مادر ہی مادیت پر فریفتہ ہے تو اس آغوش سے اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے شہید ہونے والی نسل کیسے اٹھ سکتی ہے؟ جب دین کے لیے وقف کردہ نسل ہی موجود نہیں ہے تو اُمت کی قیادت و امامت سنبھالنے والے کہاں سے آئیں گے اور اس کی تقدیر کیسے بدلے گی؟

غالباً نائیک صاحب کی نظر سے ذیل کی احادیث نہیں گزریں اگر وہ یہ احادیث پڑھ لیتے تو کبھی نہ کہتے کہ قرآن نے عورت کی امامت کو ممنوع تو نہیں قرار دیا۔ دوسرے لفظوں میں اسلام میں عورت کے دائرۂ کار کا تعین نص سے نہیں صرف اور صرف عقل سے کیا گیا ہے، اگر عقل منہاج اور پیمانہ ہے تو ہیگل کے فلسفے کے تحت عقل ارتقاء پذیر رہتی ہے اور ہر اگلے زمانے کی عقل پچھلے زمانے سے بہتر اور عمدہ ہوتی ہے تو اب عقل کا فیصلہ یقیناً بدلا جاسکتا ہے کہ عقل تو تغیر اور ارتقا پذیر ہے وہ عورت کے دائرۂ کار کے تعین کیلئے صرف عقل پر انحصار کر کے ایسے دلائل پیش نہ فرماتے جن کی نہایت آسانی سے عقل تردید کرسکتی ہے۔ نائیک صاحب کو جوش خطابت میں یہ کہنے کی قطعاً ضرورت نہ تھی کہ:

> ''میرے علم کی حد تک قرآن میں ایسی کوئی آیت موجود نہیں کہ عورت سربراہ حکومت نہیں بن سکتی''۔(۱)

(۱) ذاکر نائیک، ''اسلام میں خواتین کے حقوق جدید یا فرسودہ؟: سوالات و جوابات''، مشمولہ خطبات ذاکر نائیک، صفحہ ۶۹۔

☆ لاثواب الا بالنية ☆ (فقہی ضابطہ)

اگر وہ قرآن کا بالاستیعاب مطالعہ فرما لیتے جس کے حوالے اوپر آ چکے ہیں اور احادیث کے ذخیرے پر نظر ڈال لیتے جو درج ذیل ہیں۔تو یہ بات ہرگز ارشاد نہ فرماتے:

(۱) اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تشریف فرما تھے۔کہا! میرے والدین آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا، میں عورتوں کی جانب سے قاصد بن کر آئی ہوں۔میری جان آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا۔مشرق و مغرب کی کسی عورت کو بھی میری آمد کی اطلاع نہیں۔نہ کسی نے سنا،مگر جو میری طرح رائے [ذہن] رکھتی ہے۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ مردوں اور عورتوں کی جانب بھیجا ہے ہم آپؐ پر اور جو آپ لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لائے۔ہم عورتوں کی جماعت گھروں میں بند بیٹھی مردوں کی ضرورتوں کو پورا کرتی ہیں،حمل اور اولاد کے بوجھ کو برداشت کرتی ہیں اور مرد حضرات جمعہ ،جماعت،مریضوں کی عیادت،جنازے میں حاضری اور حج پر حج کرنے اور اس سے افضل خدا کے راستے میں جہاد کرنے کی وجہ سے فضیلت [زیادہ ثواب] پاتے ہیں۔یہ مرد حضرات جب حج،عمرہ اور خدا کی راہ میں جاتے ہیں تو ہم ان کے مال کی حفاظت کرتے ہیں۔ان کے لیے کپڑے تیار کرتے ہیں اور ان کے بچوں کی پرورش کرتے ہیں تو اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم کیسے ثواب میں شریک ہوں گے۔(یعنی برابر ہوں گے کہ وہ تو ان اعمال سے ثواب میں بڑھ گئے)۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رخ اصحاب رضی اللہ عنہم کی طرف کیا اور کہا تم نے اس عورت کا سوال سنا؟ دین کے بارے میں کتنا اچھا سوال تھا۔حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نہیں معلوم کہ اس عورت کی طرح کوئی ان باتوں کی معلومات رکھتی ہوگی۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی طرف رخ کیا اور فرمایا جاؤ اور تم اپنے علاوہ تمام عورتوں کو بتادو کہ عورتوں کا شوہروں کے ساتھ حسن برتاؤ اور ان کی خوشیوں کا خیال رکھنا،ان کی باتوں کا ان کے موافق ماننا،ان سب اعمال (جو مرد کر رہے ہیں) کے برابر ہے چنانچہ وہ عورت مارے خوشی کے تہلیل و تکبیر کہتی ہوئی چلی گئی۔(۱)

(۲) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ازواج مطہراتؓ سے حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس تمھارے لیے یہی حج ہے۔اس کے بعد گھروں کی

(۱) بیهقی فی الشعب، جلد ۶ صفحہ ۴۶۱۔

چٹائیوں پر بیٹھنے کو لازم پکڑلینا ۔یعنی گھر سے باہر مت نکلنا۔(۱)

(۳) حضرت ضمرہ بن حبیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا کہ وہ گھریلو کام کریں گی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر سے باہر کام کریں گے۔'' ابن حبیب نے کہا کہ گھر کی خدمت سے مراد آٹا گوندھنا ،پکانا، بستر بچھانا، جھاڑو دینا اور پانی نکالنا اور گھریلو سارے کام ہیں۔ (۲) اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے ذمہ گھریلو تمام امور کو انجام دینا اور گھر کے نظم کو صحیح اور بہتر ڈھنگ سے چلانا ہے۔ گھریلو کام میں کھانا پکانا، کپڑے بستر کی صفائی کا انتظام کرنا، گھر کی صفائی جھاڑو وغیرہ لگانا اور گھریلو تمام اشیاء کی حفاظت اور بچوں کی دیکھ بھال، ترتیب اور نگرانی شامل ہے۔ غلہ وغیرہ کا نظم اس کی صفائی اور تمام خوردنی اور برتن والے سامانوں کی نگرانی اور دیکھ بھال اس کے ذمہ ہے۔ باہر سے تمام سامان (حتیٰ کہ پانی تک لاکر دینا مرد کے ذمے ہے) گھر سے باہر کا جو کام ہو عورت اس کے لیے باہر نہ جائے گی۔

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے (ایک طویل) روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس بات پر خوش نہیں ہے کہ جب وہ اپنے شوہر سے حاملہ ہو اس حال میں کہ وہ اس سے راضی ہو تو اس کو اتنا ثواب ملتا ہے جتنا کہ اس روزہ دار کو جو راہ خدا [جہاد] میں روزہ رکھ رہا ہو اور جب اسے دردزہ ہوتا ہے تو نہ آسمان والوں کو نہ زمین والوں کو علم ہوتا ہے کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا چھپا رکھا گیا ہے اور جب وہ بچہ جن دیتی ہے تو اس کے دودھ کا کوئی قطرہ نہیں نکلتا اور اس کا بچہ ایک مرتبہ چوستا نہیں مگر یہ کہ اسے ہر قطرہ اور ہر گھونٹ پر ایک نیکی ملتی ہے اور اگر کوئی رات کو (بچے کی وجہ سے) جاگے تو اسے ستر صحیح وسالم غلاموں کی راہ خدا میں آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے یہ ان خوش نصیب عورتوں کے لیے ہے جو صالح ہیں، فرمانبردار ہیں، جو اپنے شوہروں کی ناشکری نہیں کرتی ہیں۔(۳)

(۵) حدیث پاک میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا کہ تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ جب تم میں سے کوئی اپنے شوہر سے حاملہ ہوتی ہے تو اس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسا کہ

(۱) مجمع ، صفحہ ۲۱۷، طبرانی.

(۲) ابن القیم الجوزیؒ، زادالمعاد فی ھدی خیر المعیاد، بیروت: دارالکتب العلمیۃ، جلد ۵ صفحہ ۹۔

(۳) ابوبکر الہیثمیؒ، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، بیروت: دارالفکر، جلد ۴، صفحہ ۵۲۰، رقم: ۷۶۲۹۔

☆ ثواب کا دارومدار نیت پر ہے ☆

اللہ کے راستے میں روزہ رکھنے والے اور شب بیدار کو ثواب ملتا ہے اور جب اس کو دردزہ ہوتا ہے تو اس کے لیے (جنت میں) جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ہوتا ہے، اسے آسمان وزمین کے فرشتے بھی نہیں جانتے اور پیدائش کے بعد جب بچہ ایک گھونٹ بھی دودھ پیتا ہے یا چوستا ہے، اس پر ماں کو ایک نیکی ملتی ہے۔ اگر بچہ کے سبب سے رات میں جاگنا پڑ جائے تو راہ خدا میں ستر غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔(۱)

(۶) ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عورت حمل سے لے کر بچہ جننے اور دودھ چھڑانے تک ایسی ہے جیسے اسلام کی راہ میں سرحد کی حفاظت کرنے والا ہو۔ اگر اسی دوران انتقال ہوجائے تو شہید کے برابر ثواب ملتا ہے۔(۲)

(۷) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عورتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کرنے سے مرد تو فضیلت لوٹ لے گئے۔ ہم عورتو کے لیے بھی کوئی عمل ہے جس سے جہاد کی فضیلت ہم پا سکیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں گھریلو کام میں تمھارا لگنا یہ جہاد کی فضیلت کے برابر ہے۔(۳)

(۸) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے۔ تم میں سے ہر ایک سے اپنے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا اور امام راعی ہے اور اس سے اپنی رعایا کے متعلق پوچھا جائے گا اور آدمی اپنے اہل وعیال کا نگہبان ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگہبان ہے اور خادم ونوکر اپنے آقا کے مال میں نگہبان ہے۔(۴)

(۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا جن عورتوں سے تمھاری ملاقات ہو کہہ دو کہ شوہر کی اطاعت اور ان کے احسان کا اعتراف جہاد

(۱) متقی بن الحسامؒ، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، بیروت: دارالکتب العلمیۃ، جلد ۱۶ صفحہ ۱۶۸، رقم: ۴۵۱۱۴۔

(۲) ایضاً، صفحہ ۱۷۱، رقم: ۴۵۱۵۱۔

(۳) بیہقی، ج ۶، ص ۴۲۰۔

(۴) ادب المفرد، ص ۴۴، بخاری، ج ۲، ص ۷۸۳۔

کے برابر ہے۔مگر ایسی عورتیں تم میں بہت کم ہیں۔ (۱) حدیث میں ہے کہ عورتوں نے پوچھا کہ عورتوں کا غزوہ و جہاد کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا شوہر کی اطاعت اور اس کے احسان کا اعتراف ہے۔ (۲)

(۱۰) حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو عورت اپنے شوہر کی اطاعت کرے اور اس کے حق کو ادا کرے، نیک باتوں کو یاد کرے، نفس اور مال کی خیانت سے پرہیز کرے (تو ایسی عورت کا) جنت میں شہیدوں سے ایک درجہ کم ہوگا۔اگر شوہر بھی اس کا مومن اور بہتر اخلاق والا ہے تو یہ عورت اسے ملے گی، ورنہ ایسی عورت کی شادی اللہ تعالیٰ شہیدوں سے کردے گا۔ (۳)

(۱۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن عورتوں سے سب سے پہلے نماز کے متعلق سوال کیا جائے گا (کہ پابندی کے ساتھ وقت پر ادا کی تھیں کہ نہیں)۔ پھر شوہر کے متعلق سوال ہوگا کہ اس کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا تھا؟ (۴)

(۱۲) حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، عورت خدا کا حق اس وقت تک ادا کرنے والی نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے۔ (۵)

(۱۳) حصین کی پھوپھی سے روایت ہے کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے معلوم کیا کہ کیا وہ شوہر والی (شادی شدہ) ہیں۔ انھوں نے کہا، ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا، تمھارا ان کے ساتھ کیا برتاؤ ہے؟ کہا، مجھے ان کی کوئی پرواہ نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو کہ وہ تمہارے لیے جنت و جہنم ہیں۔ (۶)

---

(۱) مجمع الزوائد، ج۴، ص ۳۰۸۔

(۲) بیقھی، ج۶، ص ۴۱۷۔

(۳) کنزل العمال، ج۱۶، ص ۴۱۴۔

(۴) کنزل العمال، ج۱۶، ص ۱۶۶۔

(۵) ابن ماجه، ج۳، ص ۳۶۔

(۶) بیھقی، ج۶، ص ۴۱۸۔

☆ الضرورات تبیح المحظورات ☆ ضرورتیں ممنوعات کو مباح کردیتی ہیں ☆

(۱۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔عورتوں کو حمل سے لے کر بچہ جننے تک اس کا اتنا ثواب ملتا ہے جتنا کہ خدا کے راستہ میں سرحد کی حفاظت کرنے والوں کو ثواب ملتا ہے، اگر اسی درمیان اس کا انتقال ہوجائے تو اس کو شہید کا ثواب ملتا ہے۔(۱)

(۱۵) حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حمل او رولادت کی مشقت کو برداشت کرنے والیاں ،اپنے بچوں پر کرم مہربانی کرنے والیاں اگر شوہر کی نافرمانی نہ کریں گی تو جنت میں داخل ہوجائیں گی۔(۲) حضرت عائشہ زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت آئی ،اس کے ساتھ دولڑکیاں تھی۔اس نے سوال کیا۔میرے پاس سوائے ایک کھجور کے کچھ بھی نہیں تھا۔میں نے دے دی اس نے دونوں بیٹیوں کو آدھا آدھا کھجور دے دیا، پھر کھڑی ہوئی اور چلی گئی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو ان لڑکیوں کے ذریعہ آزمایا گیا اوراس نے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو یہ اس کے لیے جہنم سے نجات کا باعث ہوں گی۔(۳)

(۱٦) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید میں حاضر ہوا۔خطبہ سے پہلے عید کی نماز ہوئی بلااذان واقامت کے۔نماز ختم ہوئی تو آپ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سہارے کھڑے ہوئے، حمد وثنا کے بعد وعظ فرمایا، نصیحت فرمائی اور ان کو اطاعت کی ترغیب دی۔پھر عورتو ں میں تشریف لے گئے۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔وعظ فرمایا خدا سے ڈرنے کا حکم دیا۔اور ان کو نصیحت فرمائی۔ اطاعت کی جانب ابھارا اور فرمایا تم عورتو !صدقہ و خیرات کرو۔تم جہنم میں زیادہ جلو گی۔ایک عورت نے پوچھا کیوں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم؟ آپؐ نے فرمایا تم لوگوں کو ستی زیادہ ہو اور شوہروں کی ناشکری کرتی ہو۔ چنانچہ عورتوں نے اپنے زیوروں کو، ہاروں کو، بندوں کو، انگوٹھیوں کو نکال کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے پر پھینکنا شروع

---

(۱) کنز العمال، ج۱٦، ص ۱۷۱۔

(۲) اتحاف لسادۃ السادۃ ج ۵ ص ۴۰۱، بیہقی فی الشعب ج ٦ ص ۴۰۹، اتحاف المہرہ ج۴ ص ۵٦۷۔

(۳) ادب المفرد، ص ۵۲۔

☆من استعجل الشئی قبل اوانہ عوقب مجرمانہ ☆

کردیا۔ان کو راہ خدا میں دے دیا۔(۱)

(۱۷) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں جانے کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا تم عورتوں کا جہاد حج ہے۔

(۱۸) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عورتوں کے جہاد کے متعلق معلوم کیا تو آپ نے فرمایا بہترین جہاد (تمھارے لیے) حج ہے۔(۲)

عورت اور مرد: الگ الگ دائرۂ کار کی تخصیص:

قرآن، سنت، احادیث، اجماع اور تعامل امت کی روشنی میں عورت و مرد کا دائرۂ کار بالکل متعین ہے، اس میں کوئی ابہام اور شبہ نہیں ہے، مرد اگر عورتوں کی خصلت اختیار کرلے اور جہاد کے موقع پر گھر میں بیٹھ جائے تو وہ اپنے دائرۂ عمل سے نکل گیا اس نے نص کی خلاف ورزی کی لہٰذا ایسے لوگوں پر جو اپنے میدان عمل سے فرار اختیار کریں خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں ان پر لعنت کی گئی۔ لہٰذا جہاد کے موقع پر جو مرد منافق جان بوجھ کر پیچھے رہ گئے ان کے بارے میں کہا گیا تم نے گھروں میں عورتوں کی طرح رہنا پسند کیا مرد تو میدان جہاد میں جاتے ہیں، عورتیں اور معذور لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں گھروں میں رہتے ہیں قرآن میں آتا ہے کہ اگر اندھا، لنگڑا اور مریض جہاد کے لیے نہ آئے تو کوئی حرج نہیں: لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا (۴۸:۱۷) ضعیف، بیمار اور زادراہ سے محروم جہاد میں شرکت نہ کریں پیچھے رہ جائیں تو کوئی حرج نہیں جبکہ وہ خلوص دل کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے وفادار ہوں: لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَى الْمَرْضٰى وَ لَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۹۱:۹) زادسفر سے محروم یہ وہ لوگ تھے جن کا حال یہ تھا کہ مجبوراً میدان جہاد سے واپس جاتے تھے اور شدت غم سے ان

(۱) بخاری، مسلم۔

(۲) بخاری، ج ۱، ص ۴۳۔

کا دل پھٹا جاتا اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری وساری ہوتے: وَّ لَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ (۹:۹۲)۔ مگر مریض دل منافق بھی جہاد کے لیے نہیں آتا اس لیے فرمایا تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے: اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ (۹:۳۸) یہ منافق جہاد میں شرکت سے بچنے کی درخواستیں کرتے تھے کہ ہمیں معاف کر دیا جائے: وَ اِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ جَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَ قَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ...... رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَ طُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ (۹:۸۶،۸۷)۔ بیٹھ رہو بیٹھنے والیوں کے ساتھ: اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ (۹:۴۶)۔ گھروں میں بیٹھنے کی اجازت صرف عورتوں کو دی گئی تھی ان کے لیے جہاد فرض نہیں تھا ان کی گھریلو ذمہ داریاں ہی ان کا جہاد اور ان کا گھر ہی ان کا اصل میدان جہاد ہے، مگر گھر بیٹھنے والیوں کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو جوان ہیں، دوسری وہ جو سن یاس سے گزر گئیں ان کو القواعد من النساء کہہ کر خطاب کیا گیا ہے: وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ م بِزِيْنَةٍ وَّاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۲۴:۶۰)۔ منافق مردوں اور عورتوں کا ذکر بھی قرآن میں مشترکہ طور پر کرتے ہوئے بتایا گیا کہ یہ برائی کا حکم دیتے اور بھلائی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ خیر سے روکے رکھتے ہیں: اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (۹:۶۷) یہ منافق گھر بیٹھے رہنے پر خوش ہوئے: فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ (۹:۸۱) تم نے بیٹھنا پسند کیا تھا تو اب گھر بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو: فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ (۹:۸۳) انھوں نے گھر بیٹھنے والیوں میں شامل ہونا پسند کیا: رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ (۹:۹۳) یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی ہی پر راضی اور مطمئن ہوگئے: اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَ رَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ اطْمَاَنُّوْا بِهَا وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ (۱۰:۷) ان کو زیب نہ تھا کہ اللہ کے رسول کو چھوڑ کر گھر بیٹھ رہتے اور اس کی طرف سے بے پروا ہو کر اپنے اپنے نفس کی فکر میں گھر جاتے: اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ

عَنْ نَّفْسِہٖ (۹:۱۲۰) عورتوں کو جہاد سے مستثنیٰ کرکے گھر میں بیٹھنے کی اجازت دی گئی اور وہ منافق لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر یا بغیر اجازت گھر بیٹھنے والی عورتوں اور معذوروں کے ساتھ ہی بیٹھے رہ گئے ان کے لیے قرآن میں طنز کے بہت سے تیر استعمال کیے گئے ہیں تفصیل کے لیے دیکھیے (۹:۶۴، ۸۱، ۸۳، ۸۶، ۸۷، ۹۰، ۹۳، ۱۲۰، ۳:۱۶۸، ۴:۹۵، ۵:۲۴) سورہ نور میں عمر رسیدہ عورتوں کو گھروں میں سر سے چادر اتارنے کی اجازت دی گئی تو انھیں القواعد من النساء کہا گیا، جہاد سے استثنیٰ صرف عورتوں کو حاصل ہے یا معذوروں اور مجبوروں کو۔ منافقین جن کو پیچھے رہ جانے کی اجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی وہ اللہ کے رسول کا ساتھ نہ دینے اور گھر بیٹھے رہنے پر بہت خوش ہوئے (حالانکہ اگر یہ سچے مومن ہوتے تو اجازت ملنے پر بھی یہ مجبوراً گھر میں رہتے اور جہاد میں شرکت کے اجر سے محروم رہ جانے پر افسردہ ہوتے، اسی لیے وہ مومن جو زادِ سفر نہ پانے کے باعث مجبوراً جہاد میں شرکت نہ کرسکے اور روتے ہوئے اپنے گھروں کو لوٹ گئے ان کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا کہ وہ مدینے میں تھے مگر ہر وادی اور ہر راستے میں وہ لشکر جہاد کے ہمراہ تھے یہ دل کے یقین کا ثمر ہے) قرآن نے ایسے لوگوں کو متنبہ کیا کہ تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ اس جرم میں ان کے لیے یہ حکم بھی فرمایا کہ آئندہ اگر ان میں سے کوئی گروہ جہاد کے لیے نکلنے کی آپؐ سے اجازت مانگے تو انھیں واپس کردیجیے اور کہہ دیجیے کہ تم میری معیت میں کسی دشمن سے لڑنے کے قابل نہیں ہو تم نے پہلے بیٹھ رہنے کو پسند کیا تھا تو اب گھر بیٹھنے والوں ہی کے ساتھ بیٹھے رہو]: فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِھِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَ کَرِھُوْٓا اَنْ یُّجَاھِدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَ اَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَھَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ کَانُوْا یَفْقَھُوْنَ...... فَاِنْ رَّجَعَکَ اللّٰہُ اِلٰی طَآئِفَۃٍ مِّنْھُمْ فَاسْتَاْذَنُوْکَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا اِنَّکُمْ رَضِیْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّۃٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِیْنَ (۹:۸۱، ۸۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ نے انھیں کیوں رخصت دی: عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ تَعْلَمَ الْکٰذِبِیْنَ (۹:۴۳) جہاد سے صرف ضعیف بیمار اور زادراہ سے محروم مجاہدین مستثنیٰ ہیں بشرطیکہ وہ خلوص دل کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے وفادار رہوں: لَیْسَ عَلَی الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَی الْمَرْضٰی وَ لَا عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ مَا یُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰہِ

وَ رَسُوْلِهٖ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۹۱:۹)۔ یہ تمام آیات اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ عورت کا فریضہ گھر میں ٹک کر رہنا ہے خواہ حالت جہاد کیوں نہ ہو اور مرد کا دائرہ کار گھر سے باہر ہے۔ اگر مرد عادتاً گھر میں ہی محصور رہتا ہے اور بیرونی زندگی سے اس کا تعلق بہت کم ہے تب بھی بعض حالات میں اس کا گھر سے باہر نکلنا لازمی ہے، عورت کے لیے لازمی نہیں خصوصاً حالت جہاد میں اسے گھر میں ٹک کر بیٹھنے کی ہرگز اجازت نہیں۔

عورت کا امور دنیا سے استثنیٰ: دائمی سنت الٰہی:

عورتوں کو امور دنیا سے محفوظ، مامون اور سبکدوش رکھنے کی سنت الٰہی جو ازل سے ابد تک کے تمام انسانوں معاشروں اور تہذیبوں کے لیے ہے۔ یہ حکم صرف رسالت محمدیؐ کے ذریعے امت محمدیہ ﷺ کو نہیں دیا گیا پچھلی امتوں میں بھی یہی حکم تھا لہٰذا ہم قرآن میں دیکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کے زمانے میں بھی دستور یہی تھا کہ گھر سے باہر کے تمام کام مرد کرتے تھے لیکن جب معاشرہ اپنی ذمہ داریاں عورتوں سے متعلق امور میں موثر طریقے سے ادا کرنے میں ناکام ہو جائے تو مجبوراً عورتیں بیرون خانہ امور دنیا بھی انجام دیتی تھیں۔ اس صورت حال میں انھیں کس قسم کی دشواریاں پیش آتی تھیں وہی صورت حال مردوں کے ساتھ کام کرنے میں عورتوں کو آج بھی درپیش ہیں قرآن بتاتا ہے: وَ لَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ وَ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَ اَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ......فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ (۲۸:۲۳،۲۴) اگلی آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شرم و حیاء اس عہد میں بھی عورت کا زیور تھا فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (۲۸:۲۵) اللہ تعالیٰ کو مرد کے لیے کس قسم کی عورت پسند ہے؟ اس کا حکم سورۂ تحریم میں ملتا ہے، اسلامی معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ وہ بہو کے انتخاب کے وقت قرآن کی نص کے مطابق لڑکی کو پسند کرے افسوس کہ اس معاملے میں امت شدید غفلت کا شکار ہے، ارشاد ربانی ہے: اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ

بَعْدَ ذٰلِکَ ظَهِيْرٌ ...... عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا [۶۶:۴،۵] بعید نہیں کہ اگر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم آپ تمام ازواج مطہرات کو طلاق دے دیں تو اللہ آپ کو ایسی بیویاں بدلے میں عطا فرمادے جوان سے بہتر، سچی مسلمان، با ایمان، اطاعت گزار، توبہ گزار، روزہ دار، ثیب یا باکرہ ہوں عہد حاضر کے مسلمان اپنی حالت کا بخوبی جائزہ لے سکتے ہیں۔

شرم وحیا: تمام روایتی تہذیبوں کا مشترک ورثہ:

سورۃ قصص سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شرم و حیا کے تمام تقاضوں کو مدنظر رکھ کر عورت ضرورت کے وقت دائرۂ شریعت وحیا میں رہتے ہوئے اجنبی شخص سے بھی ہم کلام ہوسکتی ہے اور کسی اجنبی نامحرم کے سوال کا جواب بھی دے سکتی ہے اور حدود کے اندر رہ کر نامحرم سے گفتگو بھی کرسکتی ہے، اس سورۃ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں بھی گھروں میں اجنبی نامحرم مرد کو ملازم رکھنے کا دستور نہ تھا یہ پاکیزگی معاشرت کے خلاف تھا اسی لیے حضرت موسیٰ کو نکاح کا پیغام دیا گیا: قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (۲۸:۲۷) سورۃ قصص سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسالت مآبؐ سے پہلے بھی دنیا میں محرم و نامحرم کی تفریق موجود تھی اور تمام روایتی تہذیبیں فطری، جبلی اور خلقی احکام حجاب وحیاء کی وارث اور پابند تھیں اسی لیے سورۂ احزاب میں بنی اسمٰعیل کی عورتوں مردوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دے کر ایک دوسرے سے گفتگو کا سابقہ طریقہ بھی سکھایا گیا جو مدت ہوئی یہ قوم بھول چکی تھی: يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (۳۳:۳۲) انھیں یہ بھی بتایا گیا کہ بے تکلفی سے پرہیز کیا جائے یہ فساد کی اصل جڑ ہے اس جڑ کو ختم کرنے کے لیے حکم دیا گیا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۴۹:۱۱)۔ دلوں کی پاکیزگی برقرار رکھنے کے لیے سورۂ احزاب و سورۂ نور میں یہ حکم بھی دیا

گیا کہ اگر تمھیں کچھ مانگنا ہے تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو اور لوگوں کو حکم دیا گیا کہ کسی کے گھر میں سلام کیے بغیر گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہو، اجازت نہ ملے تو واپس آ جاؤ اس پر ناگواری ظاہر نہ کرو: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ ،وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ (۳۳:۵۳)، یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ...... فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى یُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ (۲۴:۲۷، ۲۸) سورۃ النمل کی آیت ۴۴ کے مطابق جب حضرت سلیمانؑ کے محل میں ملکہ سباء داخل ہونے لگی تو شیشے کے فرش کو پانی کا حوض سمجھ کر اس میں اترنے کے لیے اس نے اپنے پائنچے اٹھا لیے: قِیْلَ لَهَا ادْخُلِی الصَّرْحَ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَیْهَا قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِیْرَ قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۲۷:۴۴) اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفار اور مشرک عورتیں بھی عہد قدیم میں ساتر لباس پہنتی تھیں اور ان کا لباس پیروں تک ہوتا تھا رسالت مآبﷺ کا حکم ہے عورتوں کا کپڑا اتنا لٹکے کہ ٹخنے کو چھپائے: من عقبها شبراً وقال حذا ذیلُ المرءۃِ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۲۷) امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں عورتوں کو ٹخنے سے نیچے کپڑا رکھنے کا حکم ہے تاکہ ان کے لیے زیادہ ستر پوش ہو: رخصة النساء فی جر الازار لانه' یکون استر لهنَّ (ترمذی ص ۲۰۶)۔ دوسری جانب عصر حاضر کے مسلم گھرانوں کی عورتیں ہیں جن کے پائنچے بغیر کسی حوض اور پانی کے اوپر چڑھ رہے ہیں اور لڑکوں کی پتلونیں ایڑی کے نیچے تک چلی گئی ہیں لڑکیاں اور لڑکے گڑیوں کی چولیاں پہن رہی ہیں لڑکے چٹیا ڈال رہے ہیں اور لڑکیاں چٹیا کٹوا رہی ہیں یہ تہذیب حاضر ہے جس پر تمام مسلم جدیدیت پسندوں کو کوئی تشویش نہیں۔

قدیم مصر جیسے متمدن ملک میں بھی عفت، حیا، پاکبازی، تہذیب کی علامت تھے، اسی لیے جب عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسفؑ کو ورغلانے کی کوشش کی اور آپ اللہ تعالیٰ کی برہان دیکھنے کے بعد صراط مستقیم پر قائم رہے اور قید قبول فرمائی مگر دعوت گناہ قبول نہیں کی اس الزام تراشی کے موقع پر عزیز مصر کے یہ الفاظ: فَلَمَّا رَاٰ قَمِیْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَیْدِكُنَّ اِنَّ كَیْدَكُنَّ عَظِیْمٌ (۱۲:۲۸) بتاتے ہیں کہ یہ کید عظیم اس کی بیوی کا ہے۔ مصر کی تمام عورتوں اور کل عالم کی تمام

عورتوں کا نہیں یہ اس کا ذاتی تجربہ تھا اس کا بے ساختہ اظہار ہوا، یہ آیت بتاتی ہے کہ ایسے افعال جو جنسی بے راہ روی سے متعلق ہوں مصری تہذیب میں قابل قبول نہ تھے۔ اسی باعث عزیز مصر نے اسے اپنے گناہ سے توبہ کرنے کی ہدایت کی: یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا وَ اسْتَغْفِرِیْ لِذَنْبِكِ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِیْنَ (۲۹:۱۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اس جاہلی معاشرے میں بھی جھوٹ بولنے اور جنسی جذبات کا اس طرح اظہار کرنے کو گناہ سمجھا جاتا تھا اور گناہ کو قابل عزت کام نہیں سمجھا جاتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرم وحیاء دنیا کی ہر روایتی تہذیب کا وصف خاص تھا۔

شرم وحیا اور حجاب تمام روایتی تہذیبوں کا مشترکہ ورثہ ہے، حضرت مریم کو جب مرد کے مس کیے بغیر استقرار حمل کی آزمائش سے گزرنا پڑا تو آپ نے ان خوفناک لمحات کو کیسے برداشت کیا، قرآن بتاتا ہے حضرت مریم کہنے لگیں کاش میں اس سے پہلے ہی مرجاتی اور میرا نام ونشان نہ رہتا: فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا (۲۳:۱۹) بچے کو جنم دینے کے بعد وہ واپس لوٹیں تو قوم کے لوگوں نے کہا کہ اے مریم! تم نے بہت بڑا گناہ کیا نہ تمھارا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تمہاری ماں ہی کوئی بدعورت تھی: فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا ...... یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا (۱۹:۲۷،۲۸) اس پر آپ نے فرمایا کہ بچے سے کلام کرو پھر حضرت عیسیٰ نے اللہ کے حکم سے گہوارے میں معجزانہ طور پر کلام کیا: فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ قَالُوْا كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا ...... قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ...... وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا (۱۹:۲۹ تا ۳۱) اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ عفت، عصمت اور حرمت کی حفاظت تمام روایتی تہذیبوں کا اختصاص تھا۔

میثاق کی اہمیت:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَ الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَ یَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (۲۵:۱۳) اللہ تعالیٰ سے میثاق باندھنے اور اہل ایمان میں شامل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس فرد نے خود کو اپنے رب کے حوالے کردیا لہٰذا عملاً اسے نیک ہونا چاہیے اور اس نے فی الواقع ایک

☆ ماحرم اخذه حرم اعطاؤه ☆ جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔☆

بھروسے کے قابل سہارا تھام لیا ہے: وَ مَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى وَ اِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (۲۲:۳۱) قرآن نے مومن مرد اور عورت کی شان یہ بتائی کہ وہ اپنی امانتوں کی حفاظت کرنے والے اور اپنے عہد کا پاس نبھانے والے ہوتے ہیں جو اپنی گواہیوں میں راست بازی پر قائم رہتے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ...... وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ...... وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (۷۰:۳۲ تا ۳۴) عہد کی حفاظت، میثاق کا لحاظ، اپنی شہادت اور گواہی پر قائم رہنا الفاظ کی حرمت کو ہر حال میں برقرار رکھنا، وعدے نبھانا، سچی شہادت دینا اہل ایمان کی نشانی ہے۔ قرآن نے میثاق نبھانے کی اس قدر ہدایت کی ہے کہ سورۂ انفال میں دارالکفر میں مقیم ان مسلمین کی دین کے سلسلے میں نصرت کرنے سے مسلمانوں کو روک دیا اگر یہ نصرت کفار سے ہونے والے کسی معاہدے کے خلاف ہو۔ مسلمانوں کو دین پر قائم رکھنے کے لیے دارالکفر میں مقیم اہل ایمان کی نصرت دارالاسلام والوں پر فرض ہے لیکن اگر کفار سے کوئی معاہدہ ہو چکا ہے تو پھر یہ نصرت فرض نہ رہے گی بلکہ میثاق کو نبھانا فرض ہو جائے گا۔ اس سے وعدے، عہد، معاہدے اور میثاق کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ...... وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ (۸:۷۲،۷۳)

نکاح: میثاق ہی کی ایک قسم:

اپنے عہد میثاق کو نبھانے پورا کرنے اور اپنی قسموں کو ہر حال میں پورا کرنے کا حکم قرآن میں بار بار دیا گیا ہے، لہٰذا نکاح کا عہد جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید میں اللہ تعالیٰ، بندے اور ایک خاتون کے درمیان ہوا ہے اس کو بلا وجہ توڑنا سنگین جرم ہے، جب قسموں کو توڑنا جرم ہے اور اس کا کفارہ ادا کرنا لازمی ہے تو عہد نکاح کو بلا وجہ توڑنا کس قدر بڑا جرم ہوگا اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، اس لیے قرآن میں عہد کی تاکید کی گئی: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اُحِلَّتْ لَكُمْ

بَهِيمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ (۵:۱)، اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ (۱۳:۲۰)، لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (۲:۲۲۵)، لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَ احْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۵:۸۹)، وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ (۱۶:۹۱)، وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (۱۷:۳۴)۔ لہٰذا ایک مسلمان اپنی بیوی کو بلا وجہ طلاق دے کر اس عورت اور اس کے رب سے باندھے گئے میثاق کی خلاف ورزی کر کے گناہ عظیم کا مرتکب قرار پاتا ہے۔ اسی حکمت کے تحت قرآن نے صلح کو ہر حال میں جنگ، تنازعے اور کشمکش پر ترجیح دی ہے بشرطیکہ اس سے دین کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو۔ قرآن نے کفار کی جانب سے صلح کی پیش کش کو بعض خاص حالات کے سوا عمومی طور پر قبول کرنے کی ہدایت کی ہے کہ صلح بہر حال جنگ اور کشمکش سے بہتر ہے جب کفار سے تنازعات، کشمکش، جنگیں، صلح کے ذریعے ختم کی جا سکتی ہیں تو ایک مسلمان شوہر اپنی نیک بیوی کو بلا وجہ کیوں طلاق دے سکتا ہے؟ اس سے صلح پر کیوں مائل نہیں ہوتا؟ جو دین دشمنوں کے ساتھ صلح کو ترجیح دیتا ہے وہ کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ اہل ایمان کفار سے صلح کر لیں اور اہل ایمان عورتیں اور مرد آپس میں لڑ جھگڑ کر اپنے گھر برباد کر دیں، قرآن حکم دیتا ہے کہ اگر وہ (کفار) تم سے کنارہ کش ہو جائیں اور لڑنے سے باز رہیں اور تمھاری طرف صرف صلح و آشتی کا ہاتھ بڑھائیں تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ان پر دست درازی کی کوئی سبیل نہیں رکھی: اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا (۴:۱۰) رسالت مآب کو ہدایت کی گئی کہ اے نبیؐ اگر دشمن صلح و سلامتی کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی اس کے لیے آمادہ ہو جائیں اور اللہ پر بھروسہ کیجیے یقیناً وہی سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے: وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۸:۶۱) طلاق کی اجازت صرف اس وقت کے لیے ہے

جب اختلافات کی کچھ حقیقی بنیادیں موجود ہوں اور تمام امکانی ذرائع استعمال کرنے کے باوجود موانست، مصالحت اور مفاہمت کی کوئی صورت پیدا نہ ہو رہی ہو۔ لیکن اگر کوئی عورت نیک ہے، دین دار ہے، بچوں والی ہے اور اس میں کوئی عیب نہیں تو اسے طلاق دینا اللہ تعالیٰ سے باندھے گئے میثاق کو توڑنا ہے ایسا کرنا حلال کام نہیں ہے، اس کا ثبوت یہ نص ہے: لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَ لَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَکَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ وَ کَانَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا (۳۳:۵۲)۔

جو اللہ تعالیٰ سے اس میثاق کی خلاف ورزی کرے اس کا نتیجہ رحمت سے دوری اور دل کا سخت ہو جاتا ہے: فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِیَةً (۵:۱۳)

میاں بیوی کے درمیان اختلاف سے طلاق تک قرآنی ہدایات:

نکاح زندگی بھر کے نباہ کے معاہدے کا نام ہے اس معاہدے کو حتی المقدور نبھانا فریضۂ دینی ہے جو شخص اس پختہ عہد کی نیت کے بغیر نکاح کرتا ہے وہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔ قرآن کا منشاء ہے کہ نکاح سے پہلے تلاش و تحقیق اور کفو کی شرائط پوری کر لی جائیں، نکاح کے بعد اگر فریقین میں مطابقت اور موانست خدانخواستہ پیدا نہ ہو سکے تو قرآن ایسی صورت حال کے مختلف حل پیش کرتا ہے:

(۱) ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو اگر وہ تمھیں ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمھیں پسند نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرْهًا وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ کَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا کَثِیْرًا (۴:۱۹)۔

(۲) ایسی عورتیں جو مزاج میں سرکشی کی حامل ہوں ان کو طلاق دینے کے بجائے اصلاح کے طرائق قرآن بتاتا ہے کہ انھیں سمجھاؤ، خواب گاہوں میں ان سے علیحدگی اختیار کرو اور انھیں ضرب لگاؤ: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیْرًا (۴:۳۴)

(۳) لیکن واضح طور پر انتباہ کرتا ہے کہ اگر وہ اس کے بعد تمھاری مطیع ہو جائیں تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے بہانے تلاش نہ کرو: فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِنَّ سَبِیْلًا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیْرًا (۴:۳۴)

(۴) ان طریقوں کے باوجود کسی عورت کی اصلاح نہ ہو تو قرآن پھر بھی طلاق کی اجازت نہیں دیتا بلکہ حکم دیتا ہے کہ فریقین ثالث مقرر کرکے اصلاح اور صلح کی کوشش کریں اللہ ان کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا: وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِھِمَا فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَ حَکَمًا مِّنْ اَھْلِھَا اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا (۴:۳۵)

(۵) اگر حکمین بھی صلح جوئی کرانے میں ناکام ہو جائیں تو قرآن مصالحت کا ایک عجیب و غریب طریقہ بتاتا ہے۔کوئی مضائقہ نہیں کہ دونوں [میاں بیوی، کچھ حقوق کی کمی بیشی پر] آپس میں صلح کرلیں، صلح بہر حال بہتر ہے، نفس تنگ دلی کی طرف جلد مائل ہو جاتے ہیں لیکن تم احسان سے پیش آ ؤ: وَ اِنِ امْرَاَۃٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِھَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَآ اَنْ یُّصْلِحَا بَیْنَھُمَا صُلْحًا وَ الصُّلْحُ خَیْرٌ وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا (۴:۱۲۸)

(۷) ان تمام مراحل کے باوجود اگر صورت حال میں بہتری پیدا نہ ہو سکے تب قرآن طلاق کی اجازت دیتا ہے، یہ طلاق بھی تین طہر میں وقفے وقفے سے دی جاتی ہے تاکہ عورت اور مرد دونوں کو سوچنے آخری فیصلے تک پہنچنے کا موقع ملے اور اصلاح کی صورت نکل آئے۔اگر مرد پہلی یا دوسری طلاق کے بعد رجوع کرے تو صلح ہو جاتی ہے، اگر تیسری طلاق دے دی جائے تو پھر رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے۔

(۸) ان تمام مراحل کے بعد قرآن بتاتا ہے لیکن اگر زوجین ایک دوسرے سے الگ ہی ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی وسیع قدرت سے ہر ایک کو دوسرے کی محتاجی سے بے نیاز کردے گا: وَ اِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰہُ کُلًّا مِّنْ سَعَتِہٖ وَ کَانَ اللّٰہُ وَاسِعًا حَکِیْمًا (۴:۱۳۰) طلاق دینے کے بعد قرآن صرف مرد کو ہدایت کرتا ہے کہ احسن طریقے سے عورت کو کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کیا جائے: وَ مَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّۃِ اِبْرٰھٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِہَ نَفْسَہٗ وَلَقَدِ اصْطَفَیْنٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ اِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ

لِمِنَ الصّٰلِحِیْنَ (۱۳۰:۲) یہ طلاق دینے کا وہ عمومی قانون ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور اس قانون کا اتباع ہر صحیح العقل مرد کے لیے لازمی ہے۔

استثنائی حالات میں طلاق کا طریقہ:

بعض مرتبہ ایسے معاملات، واقعات، حادثات اور حالات ہوتے ہیں جن میں ان تدریجی مراحل پر عمل محال ہوجاتا ہے لہٰذا ایسے استثنائی حالات میں طلاق کی اجازت قرآن اس شرط کے ساتھ دیتا ہے کہ عورت پر عدت لازم نہیں ہوگی اور تم انھیں ہاتھ لگائے بغیر بھلے طریقے سے رخصت کردو: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَکَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْھُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْھُنَّ فَمَا لَکُمْ عَلَیْھِنَّ مِنْ عِدَّۃٍ تَعْتَدُّوْنَھَا فَمَتِّعُوْھُنَّ وَ سَرِّحُوْھُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا (۴۹:۳۳)، وَ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ وَ ادْعُوْا شُھَدَآءَ کُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (۲۳:۲) یہ اجازت بھی صرف اس شخص کو دی جارہی ہے جس نے منکوحہ کے ساتھ عائلی زندگی بسر نہیں کی، اس نے بیوی کے ساتھ نہ وقت گزارا، نہ اس کے بچے پیدا ہوئے، نہ اسے ازدواجی زندگی بسر کرتے ہوئے کچھ عرصہ گزرا اس نے نکاح کے ذریعے عائلی زندگی بسر کرنے کا پختہ ارادہ میثاق کے ذریعے کیا لیکن بعض ایسے موانع، مصالح، معاملات، حادثات اور واقعات سامنے آئے یا ان کے پیدا ہونے کا امکان ظہور پذیر ہوگیا جن کی موجودگی میں مستقبل میں اس رشتے کے بچنے، پنپنے، اور مستحکم رکھنے کے امکانات معدوم ہوتے نظر آئے تو خلوت صحیحہ سے پہلے ہی اس نے علیحدگی کا فیصلہ کرلیا، یہ ایک ذمہ دارانہ فیصلہ ہے کیونکہ خاندان مکمل ہونے کے بعد یہ فیصلہ اولاد کی بربادی اور نفرتوں میں اضافے کا سبب بنتا ہے لہٰذا ایسے استثنائی حالات میں طلاق کا طریقہ عمومی حالات سے مختلف رکھا گیا ہے اور ان میں تدریجی مراحل کو شامل نہیں کیا گیا، عملی زندگی سے ہم ایسے بے شمار واقعات اور مثالیں پیش کرسکتے ہیں جب ایسی صورت حال پیدا ہوجاتی ہے مالک الملک نے اپنے بندوں کی آسانی کے لیے ان استثنائی حالات کا بھی خاص لحاظ رکھا ہے۔

مہر کی ادائیگی: نکاح کا شرطِ لازم:

نکاح کا معاہدہ پختہ عہد پر قائم ہوتا ہے اس قلعے کی تعمیر کے وقت مہر (مال) کی ادائیگی لازمی ہے جسے مرد واپس نہیں لے سکتا: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرْھًا وَ

لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (۱۹:۴) یہ مہر خوش دلی سے ادا کیے جانے چاہئیں اور اپنی حیثیت کے مطابق بہتر سے بہتر مہر کی ادائیگی کو فرض قرار دیا گیا ہے: وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا (۴:۴) مہر کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ فرض ہے لہٰذا یہی حکم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دیا گیا: لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَ لَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا (۵۲:۳۳) مہر کی ادائیگی معروف طریقے سے کی جائے گی: وَ مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَ اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّ لَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَ اَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۲۵:۴) کسی مرد کو اجازت نہیں ہے کہ وہ ڈھیروں مال اگر مہر میں دے دے تو طلاق یا نکاح ثانی کی صورت میں اسے واپس لینے کا مطالبہ کرے: وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا (۲۰:۴) عورت خود کچھ دے کر مرد کے نکاح سے نجات پانا چاہے تو الگ بات ہے (۲۲۹:۲)، (۲۳۷:۲) اگر کوئی عورت خوشی سے مہر چھوڑ دے تو یہ الگ بات ہے: وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا (۴:۴)۔ مہر پر نکاح کے انعقاد کے بعد اگر کوئی مرد خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دے دے تب بھی مہر واپس نہیں لے سکتا بلکہ قرآن نے حکم دیا کہ اسے کچھ مال دو اور بھلے طریقے سے رخصت کرو: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا (۴۹:۳۳)۔ مرد طلاق دیتے وقت اس مال میں سے کچھ واپس نہیں لے سکتا جو وہ دے چکا ہے، البتہ یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ زوجین حدود الٰہی پر قائم نہ رہ سکیں گے تو عورت مرد کے مابین یہ معاملہ ہو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ عورت اپنے شوہر کو کچھ معاوضہ

دے کر علیحدگی حاصل کرے: اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ وَلَا یَحِلُّ لَکُمۡ اَنۡ تَاۡخُذُوۡا مِمَّاۤ اٰتَیۡتُمُوۡہُنَّ شَیۡئًا اِلَّاۤ اَنۡ یَّخَافَاۤ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰہِ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡہِمَا فِیۡمَا افۡتَدَتۡ بِہٖ تِلۡکَ حُدُوۡدُ اللّٰہِ فَلَا تَعۡتَدُوۡہَا وَ مَنۡ یَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الظّٰلِمُوۡنَ (۲:۲۲۹) بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مرد جوش جذبات اور وفور محبت میں اپنی تمام ملکیت و جائیداد عورت کے نام کر دیتا ہے بعد میں مزاج اور طبیعت کی عدم مناسبت سے علیحدگی اختیار کرنا چاہتا ہے مگر یہ بھی دیکھتا ہے کہ مال و متاع سے محرومی کے بعد میرا کیا ہوگا تو طلاق دینے سے احتراز کرتا ہے اس صورت میں حدود الٰہی پر قائم رہنے کے لیے عورت مال واپس دے کر اس معاملے کو حل کر سکتی ہے یہ طریقہ خلع کہلاتا ہے خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق مرد دے تو نصف مہر کی ادائیگی لازمی ہے: وَ اِنۡ طَلَّقۡتُمُوۡہُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡہُنَّ وَ قَدۡ فَرَضۡتُمۡ لَہُنَّ فَرِیۡضَۃً فَنِصۡفُ مَا فَرَضۡتُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ یَّعۡفُوۡنَ اَوۡ یَعۡفُوَا الَّذِیۡ بِیَدِہٖ عُقۡدَۃُ النِّکَاحِ وَ اَنۡ تَعۡفُوۡۤا اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی وَ لَا تَنۡسَوُا الۡفَضۡلَ بَیۡنَکُمۡ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ (۲:۲۳۷) اس آیت میں بھی کہا گیا ہے کہ عورت نرمی برتے اور مہر نہ لے یا وہ مرد نرمی سے کام لے اور پورا مہر ادا کر دے مگر مرد کو واضح طور پر ہدایت کی گئی کہ تم نرمی سے کام لو تو یہ تقویٰ سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے، مرد کو یہ حکم اس لیے دیا گیا کہ وہ قوام ہے اس کا درجہ عورت سے بلند ہے لہٰذا اس فضیلت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ عورت کے مقابلے میں زیادہ نرمی زیادہ فیاضی اور زیادہ سخاوت کا ثبوت دے۔ کہ یہی اس کے تقویٰ کی بلندی کا سبب ہے جو صاحب اختیار و اقتدار ہو اس کو پاکیزگی اور تقویٰ کی زیادہ ضرورت ہے۔ چونکہ مرد کو امامت کبریٰ کا منصب دیا گیا ہے، اس منصب کے تقاضے بہت بلند ہیں لہٰذا اسے اپنے بلند مرتبے کا ہر حالت میں خیال رکھنا چاہیے اور شحِ نفس سے بچنا چاہیے، اقتدار خلافت چھوٹے دل کے ساتھ نہیں چل سکتے۔ قرآن نے مردوں کو حکم دیا ہے کہ وہ عورتوں کے مہر کو استعمال کرنے کی کوشش نہ کریں یہ ان کا مال ہے جس میں مرد کا کوئی حق نہیں اگر وہ بدچلنی کا ارتکاب کریں تو سزا کے طور پر مہر میں سے مال روکا جا سکتا ہے: یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا یَحِلُّ لَکُمۡ اَنۡ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرۡہًا وَ لَا تَعۡضُلُوۡہُنَّ لِتَذۡہَبُوۡا بِبَعۡضِ مَاۤ اٰتَیۡتُمُوۡہُنَّ اِلَّاۤ اَنۡ یَّاۡتِیۡنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ وَ عَاشِرُوۡہُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ فَاِنۡ کَرِہۡتُمُوۡہُنَّ فَعَسٰۤی اَنۡ تَکۡرَہُوۡا شَیۡئًا وَّ یَجۡعَلَ اللّٰہُ فِیۡہِ خَیۡرًا کَثِیۡرًا (۴:۱۹) لیکن بلا وجہ اور بلا سبب نہیں۔ اگر کوئی فرد مہر معجّل اور مہر مؤجّل ادا کرنے کی صلاحیت نہیں

☆ جلب مصلحت کی نسبت مفاسد کو دور کرنا زیادہ بہتر ہے ☆

رکھتا تو اس کے بغیر بھی نکاح منعقد ہوسکتا ہے بشرطیکہ فرد صاحب مقدرت نہ ہو اور فریق ثانی تیار ہو اور مہر کا متبادل کچھ اور تجویز کرکے فریقین اس پر اتفاق کرلیں، جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کے نکاح کا معاملہ ہے کہ آٹھ سال کی خدمت کے عوض نکاح منظور کیا گیا۔ مہر کا حکم قرآن میں (۴:۲۴)، (۴:۲۵)، (۶۰:۱۰)، (۲:۲۳۶)، (۲۸:۲۷)، (۵:۵) تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔ اسلامی تہذیب کی بنیاد فیاضی پر ہے۔ قرآن نے حکم دیا کہ آپس کے معاملات میں فیاضی کو مت بھولو: وَ لَا تَنۡسَوُا الۡفَضۡلَ بَیۡنَکُمۡ (۲:۲۳۷)۔ جو لوگ عورتوں کے مہر کے معاملے میں بخل سے کام لیتے ہیں وہ اس تہذیب کی بنیاد کو ڈھادیتے ہیں فیاضی کے بغیر نہ خاندان چل سکتا ہے نہ سلطنت، مرد کو امامت کبریٰ کا منصب دیا گیا ہے لہٰذا اسے سخاوت کی صفت پر عامل ہونا چاہیے تمام مالی ذمہ داریاں مرد پر عائد کی گئی ہیں لہٰذا فیاضی کی صفت مرد کے لیے نہایت ضروری ہے کہ یہ اس کے منصب کا تقاضا ہے۔

بخیل، حاسد، حریص، کینہ پرور، بغض میں مبتلا اور شح نفس کا مریض مرد خاندان بھی تباہ کرتا ہے اور خلافت وریاست بھی، ایسے لوگوں سے کسی معاملے میں فیاضی کی امید نہیں کی جاسکتی اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ جو کنجوسی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی کنجوسی کی ہدایت کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں نواز دیا ہے اسے چھپاتے ہیں: الَّذِیۡنَ یَبۡخَلُوۡنَ وَ یَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبُخۡلِ وَ یَکۡتُمُوۡنَ مَاۤ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ وَ اَعۡتَدۡنَا لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابًا مُّہِیۡنًا (۴:۳۷) فیاضی کا حکم اس لیے دیا جارہا ہے کہ اس ذہنیت کا قلع قمع کردیا جائے جو انسان کو باور کراتی ہے کہ یہ مال اس کا ہے اس کی محنت علم اور جدوجہد کا ثمر ہے قرآن کے الفاظ میں: **من مال اللّٰہ الذی اتکم** اس مال میں سے دو جو تم کو اللہ نے دیا ہے (۲۴:۳۳) یہ مال اس کی عطا، کرم، نعمت، بخشش، فضل اور انعام ہے یہ تمہارا نہیں ہے یہ اللہ کا مال ہے تمہارے پاس امانت ہے انسان اپنی مرضی سے مال جتنا چاہے کمائے لیکن خرچ وہ اپنی مرضی سے نہیں کرسکتا خرچ کرنے کے لیے آداب، اصول، طریقے اللہ رب العزت وحی کے ذریعے بتاتے ہیں اور اہل ایمان ان ضابطوں کی پیروی کرتے ہیں۔ اس لیے جب حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم کو مال کے اسراف سے روکا تو ان کا جواب یہ تھا کہ کیا تیری نماز یہ سکھاتی ہے کہ ہم اپنے سارے معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے تھے یا یہ کہ ہم کو اپنے مال میں اپنے منشاء کے مطابق تصرف کرنے کا اختیار نہ ہو: قَالُوۡا یٰشُعَیۡبُ

اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا اِنَّکَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ (۱۱:۸۷) اسلامی علمیت وتہذیب مال کے کمانے پر حد مقرر نہیں کرتی لیکن اس کے خرچ کرنے پر قدغن عائد کرتی ہے اور اسراف کی ثقافت ومعیشت اور افراط وتفریط کے رویوں کا خاتمہ کرتی ہے، اس مقصد کے لیے قوت سے احکام الٰہی نافذ کرتی ہے۔ اسی لیے قرآن نادانوں اور سفہاء کو مال سپرد کرنے کی ممانعت کرتا ہے البتہ اس مال سے ان کی ضروریات پوری کرنے کا حکم دیا ہے: وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (۴:۵) مال، ترکہ، وراثت اور اس کی تقسیم انسانی زندگی کا اہم ترین شعبہ ہے۔ قرآن حکیم نے عورت اور مرد کے دائرہ کار کے تعین کے لحاظ سے مال کی تقسیم میں بھی ان کی ذمہ داری کے مطابق طریقہ بتایا ہے کیونکہ اللہ جانتا ہے کہ کون وارث کس قدر مرنے والے کے قریب ہے اور اس کا کتنا حصہ ہونا چاہیے (۴:۱۱) اسی لیے بیٹے کے وارث ماں باپ میں میراث مساوی طور پر تقسیم ہوگی اگر بیوی اولاد کے بغیر مر جائے تو شوہر نصف میراث کا وارث ہوگا، میت کی ماں کو تیسرا حصہ ملے گا اور باپ کو چھٹا حصہ۔ باپ کی میراث میں ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے، اگر میت کے اولاد نہ ہو صرف ماں باپ ہوں تو ایک تہائی حصہ ماں کا، میت کے صرف بھائی نہیں ہوں تو ہر ایک کا چھٹا حصہ اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے، ایک عالم کی تحقیق کے مطابق میراث کی بیس حالتوں میں سے صرف چار حالتیں ایسی ہیں جن میں عورت کی میراث مرد سے نصف ہے، اس کے سوا باقی حالتوں میں عورت کی میراث کا تناسب مرد کے برابر ہے یا اس سے زیادہ اور کسی میں صرف وہی وارث قرار پاتی ہے۔ میراث کی یہ آیات اور اصول عورت اور مرد کے دائرہ کار کا تعین کرنے کے لیے کافی ہیں۔ نکاح، طلاق اور مہر سے متعلق تمام احکامات تمام شریعتوں میں موجود رہے ہیں یہ شریعت محمدیؐ کا اختصاص نہیں ہے اس لیے قرآن میں سورہ نساء میں تمام اہم ترین معاشرتی احکامات بتانے کے بعد یہ کہا گیا کہ "اللہ چاہتا ہے کہ تم پر ان طریقوں کو واضح کرے اور انہیں طریقوں پر تمھیں چلائے جن کی پیروی تم سے پہلے گزرے ہوئے صلحاء کرتے تھے: یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُبَیِّنَ لَكُمْ وَ یَهْدِیَكُمْ سُنَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ یَتُوْبَ عَلَیْكُمْ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ (۴:۲۶) معاشرتی احکامات کے سلسلے میں تمام امتوں کے صلحا کے طریقے پر چلنے کا حکم بتا رہا ہے کہ خاندان اس کائنات کا فطری اور قدیم ترین ادارہ ہے اور اس ادارے کی دیواروں اور اس میں

☆ یکرہ الایثار بالقرب ☆ عبادت میں ایثار مکروہ ہے ☆

رہنے والے نفوس کی حفاظت ان کے مابین کام کی تقسیم اوران کے حفظ مراتب کی تعیین صرف مالک الملک کرسکتا ہے اور ازل سے مرد وعورت کے دائرہ کار کی تخصیص تمام امتوں میں ایک رہی ہے یہ قرآن کی نص سے ثابت ہے، جب کہ نائیک صاحب فرماتے ہیں کہ میں قرآن سے توعورت کے لیے امامت کبریٰ کی ممانعت ثابت نہیں کرسکتا البتہ اپنی عقل سے ضرور ثابت کر کے دکھادوں گا.

سورۃالنساء، الطلاق ، الحجرات ، النور میں معاشرتی احکامات کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پابندیاں عائد نہیں کی ہیں بلکہ ان کو وہ طریقے بتائے ہیں جن سے پابندیاں ہلکی اور آسان ہوگئیں۔ انبیاء کی بعثت کا ایک اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو ان رسوم ورواج سے آزاد کرتے ہیں جن میں وہ بندھے ہوتے ہیں ان پر سے وہ بوجھ اتارتے ہیں جوان پر لدے ہوئے ہیں اور وہ بندشیں کھولتے ہیں جن میں جکڑے ہوئے ہیں: یَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَ الۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ كَانَتۡ عَلَیۡهِمۡ فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِهٖ وَ عَزَّرُوۡهُ وَ نَصَرُوۡهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ (۷:۱۵۷) انبیاء یہ فریضہ اس لیے انجام دیتے ہیں کیونکہ انسان کم زور پیدا کیا گیا ہے وہ زیادہ پابندیاں برداشت نہیں کرسکتا لہٰذا اسلام اور قرآن بہت محدود پابندیاں عائد کرتا ہے تاکہ زندگی آسان ہوجائے۔ ان سادہ پابندیوں کے باعث جن میں ابہام نہیں پاکیزہ زندگی بسر کرنا ہرمومن کے لیے آسان تر ہوگیا ہے: یُرِیۡدُ اللّٰهُ اَنۡ یُّخَفِّفَ عَنۡكُمۡ وَ خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِیۡفًا (۴:۲۸)۔ قرآن کے بتائے ہوئے نکاح سے آسان تر نکاح کون سا ہوسکتا ہے؟ اپنے خود ساختہ نکاح کو آسان سمجھنا محض جدیدیت ہے۔

نفاذ حدود کے متعلق اسلامی ہدایات وقوانین:

اسلامی تہذیب وتاریخ میں نفاذ حدود کی ذمہ داری ریاست کی ہے فرد مکلّف نہیں ہے کہ وہ کسی جرم کو سرزد ہوتا دیکھ کر خود سزا دے دے، اگر اس نے اپنی آنکھوں سے جرم زنا کو خود دیکھا ہے تب بھی بیان نہ کرے خاموش رہے کہ برائی پر پردہ ڈالنا ضروری ہے ورنہ حدقذف جاری ہوگی۔ جو جرم اخفاء کے ساتھ کیا گیا ہو اس کو پردہ اخفاء میں رکھنے کی ہدایت کی گئی تاکہ معاشرے میں فحش باتوں اور واقعات کی تشہیر نہ ہو جس جرم پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈال دیا بندوں کو اجازت نہیں کہ اس جرم پر

☆ جب حقوق باہم متعارض ہوں تو ان میں جس کا وقت تنگ ہوا سے ترجیح حاصل ہوگی ☆

زبان نصاب شہادت مکمل ہوئے بغیر کھولیں۔ نصاب شہادت مکمل ہونے کے باوجود اس جرم کی تشہیر کی قطعاً اجازت نہیں یہ پاکیزگی اور طہارت کے خلاف ہے ایک روایت جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یارسول اللہ! اگر ہم اپنی کسی عورت کو کسی غیر مرد کے ساتھ حالت گناہ میں دیکھیں تو ہماری غیرت یہ کیسے گوارا کرے گی کہ ہم چار گواہوں کا انتظار کریں ہم تو اسی وقت معاملہ چکا دیں گے؟ اس پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے سعدؓ! اس حکم کا نازل کرنے والا خدا ہم سے زیادہ غیرت مند ہے اور اس کا رسول تم سے زیادہ غیرت مند ہے۔ سورۂ نور کی آیات میں اسلامی تہذیب و تاریخ وعلیت و معاشرے میں احکام کے عملی نفاذ کا ایک سنہری اصول بھی بتا دیا گیا کہ کسی بھی معاشرتی جرم کی سخت سے سخت سزا کے وقت تمھارے اندر موجود جذبۂ ترحم کسی حالت میں بیدار نہ ہو کیونکہ تم اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ رحمان و رحیم اور کریم نہیں ہو سکتے لہٰذا قبیح معاشرتی جرائم کا علم ہونے پر اس کی سخت ترین سزا نافذ کرتے ہوئے تمھیں مجرموں پر کسی قسم کا ترس نہ آئے ،دل کے پورے ثبات اور ایمان کی پوری طاقت کے ساتھ ان سخت سزاؤں کا نفاذ کرو تا کہ اسلامی معاشرت خبیث مردوں اور خبیث عورتوں سے خالی ہو جائے اور معاشرت میں رخنہ پیدا کرنے والا کوئی عنصر باقی نہ رہے: اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲:۲۴) رحم اسی وقت تک مطلوب ہے جب رب کی اجازت ہو، جب رحم سے منع کر دیا گیا اس وقت رحم کا جذبہ حد سے تجاوز کر کے ظلم بن جاتا ہے اسی لیے قرآن نے زمین میں فساد اور فحاشی پھیلانے والوں کے بارے میں واضح طور پر کہا: قتلوا تقتيلا (۶۱:۳۳) انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے قتل کر دو، کسی قسم کا رحم نہ کھاؤ، جس بدنصیب زانی وزانیہ مسلمان نے اسلامی تہذیب و معاشرت میں رہتے ہوئے مسلمان عورت اور مرد پر رحم نہ کھایا اسے فساد گناہ میں مبتلا کیا وہ کسی رعایت کا مستحق نہیں۔ اسلامی تہذیب و معاشرت میں مومن مردوں اور عورتوں پر ہر اس مرد عورت سے میل جول نکاح ابد تک حرام ہے جن کی بدچلنی ان پر واضح ہو جائے ایسے بدچلن لوگوں کو عبرتناک سزا دینا اور ان کا معاشرتی مقاطعہ کرنا ضروری ہے۔

نقل سے جو حکم ملے اسے من وعن قبول کرنا اور نفس کے تمام تقاضوں اور مطالبوں کو اس حکم کے سامنے سرنگوں کر دینا ایمان کا جوہر ہے، تمام صحابہ اس جوہر کے اصل وارث اور امین تھے۔

☆ الغرم بالغنم ☆ خسارہ نفع کے ساتھ ساتھ ہی ہوتا ہے ☆

منکرات کی حدود اور سزا پر رحم اور رحمت کا جذبہ ابھر آنے کا مطلب یہ ہے کہ رحم کی آڑ میں منکر گوارا ہے سزا منظور نہیں ہے، یہ رویہ اس مقصد کے خلاف ہے جس کے تحت اس امت کو امت وسط بنایا گیا ہے جس کا بنیادی کام معروف کا حکم اور منکر سے روکنا ہے یہی تمام امتوں اور انبیاء کا اصل فریضہ تھا، یہ حکم قرآن میں بار بار بیان ہوا ہے: وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۳:۱۰۴)، كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَ لَوْ اٰمَنَ أَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَ أَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُونَ (۳:۱۱۰)، يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ أُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِينَ (۳:۱۱۴)، كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (۵:۷۹)، اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۷:۱۵۷)، اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ ☆ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (۹.۶۷)، فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ كَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ (۹:۸۱)، اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (۹:۱۱۲)، اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (۱۶:۹۰)، اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (۲۲:۴۱)، اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ (۲۹:۴۵)، يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (۳۱:۱۷) میں باری باری بیان ہوا ہے ۔

☆ الاصل بقاء ما کان علی ما کان ☆ بنیادی طور پر جو چیز جس حالت پر ہو اسی پر باقی رہتی ☆

نفاذ حدود: خاندانی حصار اور مقام ومرتبے کا پاس ولحاظ:

قرآن حکیم حکمت وموعظت کی عجیب وغریب کتاب ہے اسی لیے سزاؤں کے سلسلے میں فرد کے مقام ومرتبے کا خاص لحاظ رکھا جاتا ہے، مقام ومرتبہ کم ہونے سے سزا میں تخفیف ہو جاتی ہے اور مقام ومرتبہ بلند ہونے سے سزا بھی بڑھ جاتی ہے۔ اس اصول کے تحت زانیہ باندی کنیز کی سزا نصف کردی گئی اسے رجم سے بھی تحفظ دیا گیا کہ اسے اپنے کردار کی تعمیر وتشکیل کے لیے اس فطری قوت وطاقت یعنی خاندان کا تحفظ حاصل نہ تھا جو اخلاقی مرتبے بلند کرنے کے لیے لازمی ضرورت ہے جہاں رشتوں کی فطری زنجیریں انسان کی تعمیر وتربیت میں اہم کردار ادا کرتی ہیں: **فَـــاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَۃٍ فَعَلَیْھِنَّ نِصْفُ مَا عَلَی الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ** (۲۵:۴) کیونکہ ان باندیوں کو اپنے خاندان کی حفاظت حاصل نہیں ہے لہٰذا نرمی برتی گئی، تخفیف کی گئی، اس رویے سے کردار کی تعمیر میں خاندان کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے لہٰذا اس کمی کا ازالہ سزا میں کمی کے ذریعے کردیا گیا۔ خاندان کا حصار اخلاق، کردار گفتار، چال چلن سب کو تہذیب وشرافت کا حصار مہیا کرکے ایک بہترین شخصیت کی تعمیر وتشکیل کرتا ہے، اسی لیے باپ سے محروم بچے پر دست شفقت رکھنا اسلامی معاشرے کی بنیادی ذمہ داری ہے اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے یتیم کی سرپرستی کی وہ روز قیامت میرے ساتھ اس طرح ہوگا جس طرح انگلیاں، اسی طرح اس ماں کو عظیم ترین درجہ دیا گیا جو بیوہ ہونے کے بعد نکاح کی مقدرت رکھتے ہوئے بھی اپنے بچے کی خاطر ازدواجی زندگی کو خیرآباد کہہ کر اپنے مستقبل کو ایک بہترین نسل کے مستقبل پر قربان کردیتی ہے، خاندان کے لیے یہ قربانی، نسلوں کی حفاظت کے لیے یہ ایثار تمام روایتی تہذیبوں کا کمال تھا۔ قرآن حکیم نے بتایا کہ میاں بیوی جب ایک دوسرے پر بدچلنی کا الزام لگائیں تو انھیں چار مرتبہ قسم کھانا ہوگی ورنہ ان پر اللہ کا عذاب کوڑوں کی صورت میں برسادیا جائے گا لہٰذا اس عذاب سے بچنے کا طریقہ قسم ہے: **وَیَـدْرَؤُا عَنْھَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْھَدَ اَرْبَعَ شَھٰدٰتٍ م بِـاللّٰہِ اِنَّہٗ لَمِنَ الْکٰذِبِیْنَ** (۸:۲۴)۔ حصان محفوظ کی ہوئی عورت یعنی محصنات وہ عورت جو شادی شدہ ہو یا کنواری جسے خاندان یا شوہر کی حفاظت حاصل ہو، یہ لفظ حصن سے ماخوذ ہے جو محفوظ مقام (قلعہ) کے معنوں میں آتا ہے نکاح ایک قلعہ، ایک حصار اور آہنی دیوار ہے جس کا مقصد معاشرت کی آہنی بنیادوں پر ایسی تعمیر ہے کہ اس کی فولادی

دیواروں میں کوئی رخنہ، کوئی خلل، کوئی تعطل، کوئی شگاف پیدا نہ ہوسکے اس لیے نکاح زندگی ایک ساتھ گزارنے کا پختہ عہد ہے، اگر یہ عہد مطلوب نہ ہوتو نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا اسی لیے میاں بیوی کے مابین اختلافات کی صورت میں بھی قرآن یہی حکم دیتا ہے کہ دونوں حقوق میں کم بیشی کر کے اس عہدو فا اور میثاق غلیظ کو نبھانے کی کوشش کریں اور اس قلعہ کو چھوڑنے کے بجائے محفوظ رکھیں: وَ اِنِ امۡرَاَۃٌ خَافَتۡ مِنۡۢ بَعۡلِہَا نُشُوۡزًا اَوۡ اِعۡرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡہِمَاۤ اَنۡ یُّصۡلِحَا بَیۡنَہُمَا صُلۡحًا وَ الصُّلۡحُ خَیۡرٌ وَ اُحۡضِرَتِ الۡاَنۡفُسُ الشُّحَّ وَ اِنۡ تُحۡسِنُوۡا وَ تَتَّقُوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرًا (۱۲۸:۴) اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی معاشرت میں نکاح کا مقصد صرف جنسی جذبات کی تکمیل نہیں کہ دل بھر گیا تو طلاق دے دی اور کسی دوسری لڑکی سے شادی رچالی اور ایک کے بعد دوسری شادی اور طلاق کا کھیل کھیلا جانے لگے۔ حدیث میں ایسے ذواقین کی شدید مذمت کی گئی ہے اسی لیے سورۃ نساء میں واضح طور پر فرمادیا گیا کہ نکاح کا مقصد لذت اندوزی نہیں: وَّ الۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ کِتٰبَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَ اُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِکُمۡ مُّحۡصِنِیۡنَ غَیۡرَ مُسٰفِحِیۡنَ فَمَا اسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِہٖ مِنۡہُنَّ فَاٰتُوۡہُنَّ اُجُوۡرَہُنَّ فَرِیۡضَۃً وَ لَا جُنَاحَ عَلَیۡکُمۡ فِیۡمَا تَرٰضَیۡتُمۡ بِہٖ مِنۡۢ بَعۡدِ الۡفَرِیۡضَۃِ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا (۲۴:۴)۔

آزادعورت اپنی پاک دامنی، عفت، خاندانی حفاظت وتربیت اور ذاتی شرف وغیرت کے باعث خاندان کے قلعے میں ہوتی ہے جو رشتوں کی دیواروں سے آراستہ ہوتا ہے یا شادی کر لینے کی وجہ سے مکمل حصار، حصن میں ہوتی ہے لہٰذا اگر یہ اس حصار کو توڑ دے تو اس کا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوسکتا لہٰذا آزاد خاندانی زانی وزانیہ کی سزا (۲:۲۴) سو کوڑے مقرر کی گئی اور شادی شدہ زانی و زانیہ کو کوڑوں کی سزا کے ساتھ یا سزا کے بغیر رجم کی سزا بھی دی گئی کہ نکاح اور خاندان کی حفاظت کے بعد زنا کا کوئی جواز باقی نہیں رہ جاتا۔

سزا کا تعلق ذمہ داری سے ہے جس کی ذمہ داری زیادہ ہوگی اس کے حقوق بھی زیادہ ہوں گے لیکن اس کی سزا بھی زیادہ ہوگی۔ ازواج مطہرات امت کی مائیں تھیں لہٰذا ان کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ صریح فحش کے ارتکاب پر ان کو دوہری سزا دی جائے گی: یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنۡ یَّاۡتِ مِنۡکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ یُّضٰعَفۡ لَہَا الۡعَذَابُ ضِعۡفَیۡنِ وَ کَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرًا (۳۰:۳۳) حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے اطمینان قلب کے لیے آسمان سے مائدہ کے نزول کی

خواہش کا اظہار کیا تو جواب دیا گیا کہ اگر مائدہ کے نزول کے بعد انکار کیا گیا تو وہ عذاب مسلط کروں گا جو اہل عالم میں سے کسی کو نہ دیا گیا ہوگا: قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ (۵:۱۱۵) رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ ہم آپ کی شہ رگ منقطع کردیتے: تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ...... وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ...... لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ (۶۹:۴۳ تا ۴۵)۔ اسی اصول کے تحت قیامت کے دن سب سے پہلے انبیاء کو امت کے سامنے شہادت کے لیے طلب کیا جائے گا اور ان کی شہادت سنی جائے گی، اسی لیے قیامت میں سب سے پہلے حساب قاری، عالم اہل خیر اور شہید کا لیا جائے گا کہ پیغمبر کے وصال کے بعد امت کی اصلاح اور قیادت کی ذمہ داری انہی گروہوں کے ہاتھ میں تھی۔ سب سے پہلے ان کو ان کا نامۂ عمل دکھایا جائے گا۔